شوہر اپنی بیوی کا دِل کیسے جیتے؟

تفضیل احمد ضیغم

مکتبہ قدوسیہ

شوہر اپنی بیوی کا دِل کیسے جیتے؟

از قلم:

تفضیل احمد ضیغم

نظر ثانی و اضافہ

عُمر فاروق قدوسی

مکتبہ قدوسیہ

انتساب

شوہر کے لیے بیوی کا دل جیتنا بہت آسان نظر آتا ہے لیکن آسان نظر آنے والا یہ کام ہمالیہ سر کرنے سے بھی مشکل ہوتا ہے۔

بسا اوقات خاتون خانہ با اخلاق، حلیم، کریم اور شریف النفس شوہر کی تمام تر خوبیاں چشم زدن میں خامیوں میں بدل دیتی ہے اور شکوہ کناں ہو جاتی ہے کہ ''میں نے تجھ سے کبھی سکھ پایا ہی نہیں۔''

''پل صراط'' کے اس سفر میں وہ مسافر کیسا ''صاحب کمال'' ہوگا کہ جو بیک وقت دو، تین یا چار کشتیوں کا مسافر ہوگا اور اپنی ساری رفقاء حیات کے دل پر وہ راج کرتا ہوگا۔

ہم اس کتاب کا انتساب اسی ''صاحبِ کمال'' کے نام کرتے ہیں......

اگر کوئی ہے تو......!

مؤلف وناشر

((اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ)) (مسلم، نسائی، احمد)

”دنیا ساری کی ساری سرمایہ زندگی ہے اور دنیا کا سب سے اچھا سرمایہ ”نیک عورت“ ہے۔“

فہرست

انتساب	5
حرف آغاز	13
پیش لفظ	15
ناکام شوہروں کی خدمت میں!	19
بنیادی بات......!!	22
خوشگوار گھریلو زندگی کے لیے تین رہنما اصول	29
❶ اللہ کا ڈر	29
❷ قوت برداشت	30
❸ صبر	31
جہاں تک شریعت نے لچک دی ہے، استعمال کریں!	36
آپ کتنی اچھی ہیں......!	40
بیوی کے ہاتھوں کھانے کا مزا لیجئے!	42
ناز برداریاں!!	44
❶ پیالہ توڑنے والی	45
❷ تم جب ناراض ہوتی ہو	46
❸ آپ کے منہ سے بو آتی ہے	47
❹ بیوی کی خاطر	48
❺ شام تک بات نہیں کرتی	49

❻ آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گی	52
❼ میری بیوی نے مجھے حکم دیا ہے	54
غصہ خوشیوں کا قاتل	57
❶ آج آپ بولئے	60
❷ معمولی باتوں پر غصہ کرنے کی بجائے ان کا متبادل ڈھونڈیں	60
❸ غصہ دلانے سے بھی پرہیز کریں	62
وقت دیجیے......!!	65
دل جیتنے کا نبوی طریقہ	71
ایک عورت کی شکایت	73
اونچی آواز سے بولتی ہے تو پھر کیا......	75
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی کا جواب دینا	78
محبت بھری باتیں	80
❶ اے گورے رنگ والی	80
❷ میں نے تجھے دو بار دیکھا ہے	81
❸ ہونٹوں کا مقام	82
❹ سر دھلوانا	83
❺ بوسہ لینا	84
تحائف	85
جنسی تعلقات	89
❶ حیض کی حالت میں بھی دل لگی	94
❷ ایک ہی چادر میں	95
❸ ایک ہی برتن میں	96

❹ پیار بھرے بوسے 97
سسرال والے! 99
عمر کے فرق کو سمجھئے! 102
خوشگوار گھریلو زندگی کے لیے چند راہنما اصول 104
❶ آپ بحث میں نہیں جیت سکتے 104
❷ بیوی کی دل چسپیوں کو سامنے رکھ کے بات کریں 105
❸ ضرورت بن جایئے! 106
❹ فیصلہ تیرا اور مشورہ اس کا 107
❺ تنقید کی بجائے حوصلہ افزائی 108
❻ نظر انداز کریں 109
آسائشیں...... جو ازدواجی سکون نہ دے سکیں! 110
شہزادہ چارلس اور لیڈی ڈیانا 110
ناکام ازدواجی زندگی کی وجوہات 113
چند خوشحال گھرانے 114
سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کا رشتہ ایک غریب طالب علم سے 115
تفسیر ترجمان القرآن اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ 120
مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح اور بیوی کا تبصرہ 121
مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح 123
شوہر اور بیوی کا متوازی کردار اور بیوی کیلئے چند نصیحتیں 124
میاں بیوی کے جھگڑے کے اسباب 124
❶ ایک دوسرے کے حقوق پورے نہ کرنا 125
(ا) شوہر کے بستر سے دور رہنا 127

(ب) شوہر کا حق ادا نہ کرنے والی رب کا حق بھی ادا نہیں کر سکتی	128
(ج) خاوند کے لیے زیب و زینت نہ کرنا	130
(د) شوہر کے لیے ہمدردی اور غم خواری کے جذبات نہ ہونا	132
ایک نیک بیوی کا کردار	133
مذکورہ واقعہ میں کچھ توجہ طلب باتیں	134
❷ ایک دوسرے کو اس کا مقام نہ دینا	135
بڑے خاندان میں شادی	137
زبان درازی	139
❸ باہر سے اکسانے والے	139
❹ نکاح سے پہلے تحقیق نہ کرنا	141

حرفِ آغاز

شادی انسانی فطرت کا حسن بھی ہے اور ضرورت بھی۔ اس فطری تقاضے کی تکمیل کسی بھی انسان کی زندگی کا اہم ترین موڑ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں شادی افراد کے ملنے کا نام نہیں بلکہ دو خاندانوں کے ملاپ کا نام ہے۔ نئی راہیں کھلتی ہیں' نئے رشتے ناتے بنتے ہیں۔ دو مختلف مزاج کے مرد اور عورت باہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے وجود کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ کبھی کبھار منفی بھی نکل آتا ہے۔ دونوں کا نبھاہ مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض معاشروں میں اگر نبھاہ مشکل ہو تو فریقین آسانی سے اپنے اپنے راستے متعین کر لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں طلاق یا علیحدگی ایک پہاڑ سے بھی بڑا بوجھ ہوتا ہے۔

میاں بیوی نہ چاہتے ہوئے بھی، روتے پیٹتے زندگی کی گاڑی گھسیٹتے جاتے ہیں۔ ان کی اولاد بچپن کی منزلیں طے کر کے جوانی میں داخل ہو جاتی ہے لیکن وہ ایک دوسرے کے مزاج آشنا نہیں ہو پاتے۔ اس کے باوجود وہ بطور میاں بیوی رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ان کی اس مجبوری کے پس منظر میں کئی ایک عوامل کا عمل دخل ہوتا ہے۔ ایک رشتہ کئی دوسرے رشتوں سے بندھا ہوتا ہے۔ جیسے کہ وٹہ سٹہ کی شادی' کبھی باہمی رشتہ داریاں اس قدر گنجلک ہوتی ہیں کہ وہ علیحدہ ہونا بھی چاہیں تو نہیں ہو پاتے۔ کبھی عورت علیحدگی میں اپنا تحفظ محسوس نہیں کرتی کہ اس کے میکے والے اس کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتے۔ وہ اپنی عزت نفس کو مجروح ہونے دیتی ہے، شوہر کے ہاتھوں پٹتی ہے اور رہتی بھی وہیں ہے۔ کبھی بیوی مجبور ہوتی ہے تو کبھی شوہر کے پاس گزارہ کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا۔

ایسے مجبوری کے لمحات کہ جب میاں بیوی ایک دوسرے سے آسانی سے علیحدہ بھی نہ ہو سکیں تو کیا ضروری ہے کہ جلتے کڑھتے' روتے پیٹتے اور سسک سسک کر زندگی گزاری

جائے۔ کیوں نہ ازدواجی زندگی کی تلخیوں کو حلاوتوں میں بدلنے کی کوشش کی جائے۔ ایک دوسرے کی راہوں میں کانٹے بکھیرنے کی بجائے پھولوں کی پیتاں نچھاور کی جائیں۔ شعلہ بار نگاہوں سے گھورنے کی بجائے مسکراتی آنکھوں سے باتیں کی جائیں۔ زبان کی تلخیوں کو فراموش کر کے پھولوں سے زیادہ نازک رخساروں پر پیار بھرے بوسے ثبت کیے جائیں...... اور وہ آپ بیوی کے دل پر ایسے گہرے نقش چھوڑ جائیں کہ مٹائے نہ مٹیں۔

اس کتاب میں ازدواجی خوشیوں سے محروم شوہروں کی رہنمائی کا کافی وشافی سامان ہے۔ وہ اسے بغور پڑھیں اور اپنے حالات کا جائزہ لیں۔ پھر اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔ وہ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دیں کہ چونکہ وہ مرد ہیں، اس لیے وہی حق پر ہیں' وہ بالادست ہیں' ان سے غلطی کا صدور ممکن نہیں۔ عین ممکن ہے کہ وہ غلطی پر ہوں اور ان کی بیوی کا مؤقف درست ہو۔ جب ان کی سوچوں کا زاویہ بدلے گا' احساسِ تفاخر میں کمی ہوگی تو عورت تو ہے ہی سراپا الفت ومؤدت ومحبت...... تبدیلی کا یہ لمحہ ان کی زندگی کا خوشگوار ترین لمحہ ہوگا۔ ان کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار آ جائے گی۔ وہ جو ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے روادار نہ تھے، اب ایک دوسرے کو دیکھے بغیر انہیں ایک پل بھی قرار نہیں ہوگا۔ جو برسوں ساتھ رہنے کے باوجود اجنبی تھے، پل بھر میں یک جان دو قالب ہو جائیں گے، جو ایک ہونے کے باوجود دو تھے، اب ان کی دوئی اکائی میں بدل جائے گی۔ یہی اس کتاب کی تصنیف وترتیب اور اشاعت کا مقصد ہے۔ اگر کسی کے آنگن کی ویرانی اس کتاب کے مطالعے سے ختم ہو جائے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ امید ہے آپ اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھیں گے...... جب آپ مل بیٹھ کر دعا مانگیں گے۔

عمر فاروق قدوسی

۴ جون ۲۰۰۹ء

پیشِ لفظ

جناب تفضیل احمد ضیغم نے حسبِ روایت معاشرے کے ایک سلگتے، انتہائی مشکل، متنازعہ مگر ''حساس'' موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ منفرد موضوعات پر لکھنا انہی کا خاصہ ہے۔ غالب نے کہا ہے:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

فاضل مصنف نے دینی، اخلاقی اور نفسیاتی حوالہ جات دے کر ''بیوی'' کے جائز مقام اور خوشگوار گھریلو زندگی گزارنے کے لیے بہت خوبصورتی اور چابکدستی کے ساتھ مفید مشورے دیئے ہیں۔ مرد کے معاشرے میں ''شوہر'' کو اپنی بیوی کے ساتھ رواداری و محبت کے سلوک کا درس دیا ہے۔ مصنف نے بیوی کا دل جیتنے کے طریقے بتائے ہیں۔ گو کسی بھی انسان کا دل جیتنا ''جوئے شیر'' لانے کے مترادف ہے اور اس پر مستزاد ''بیوی کا دل جیتنا''......

مصنف نے اپنی زندگی کے ذاتی تجربات اور مشاہدات کو بھی یقیناً پیش نظر رکھا ہوگا اور ہمت مرداں، مددِ خدا، پر بھروسہ کیا ہے۔ امید ہے کہ فاضل مصنف کی اس کاوش کو ''ناکام شوہروں'' کے علاوہ سخن فہم اور سخن شناس قارئین میں بھی بھرپور پذیرائی حاصل ہوگی۔ ان کے اندازِ تحریر میں محبت کی چاشنی اور عقیدت کی خوشبو شامل ہے۔

ان گنت خواب آنکھوں میں سجائے جب عورت اپنے ماں باپ اور پیاروں کی دہلیز چھوڑتی ہے اور ایک انجانی منزل کی طرف رختِ سفر باندھتی ہے تو فخر و انبساط کے ساتھ انجانا خوف بھی اس کے ہمرکاب ہوتا ہے۔ نامانوس ماحول، نئے لوگ، ماں باپ کی جدائی، شوہر کا رویہ کیسا ہوگا؟ غرضیکہ نئی زندگی شروع کرنے کے تمام عوامل و اسباب اسے بیک وقت

خوش وتراش کرتے ہیں۔ اپنے رشتے ناطے اور گھر چھوڑنا بہت بڑی قربانی ہے اور ہر عورت یہ توقع کرتی ہے کہ اس کی قربانی کا صلہ اسے اپنے نئے گھر اور شوہر کی محبت کی صورت میں ملے۔ یہ اس کا بنیادی حق بھی ہے۔ اگر عورت کی قربانی سسرال میں قبولیت کا درجہ پاتی ہے تو سسرال کے لیے ایک متاثر کن ''ادارہ'' بن جاتی ہے اور دن رات سسرال کی خدمت میں صرف کر دیتی ہے اور اکثر اوقات محبتوں میں اتنی سرشار ہو جاتی ہے کہ اپنی ذات کی مکمل نفی کر دیتی ہے۔ اس کی ذاتی خواہشوں پر سسرال کی اجتماعیت غالب آ جاتی ہے۔ یہ ہمارے مشرقی بلکہ ہندوستانی معاشرے کی خصوصیت ہے۔

عورت کسی بھی رنگ نسل اور تہذیب سے تعلق رکھتی ہو، اس کی بنیادی جبلت اور سوچ کے انداز میں زیادہ فرق نہیں ہوتا اور وہ شوہر کے معاملے میں بہت حساس ہوتی ہے۔ عورت کہ جس کے وجود کو کائنات میں رنگ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے ہزار رنگ ہیں۔ اس کی توقیر اور عزت کی انتہا بھی ہوتی ہے اور کبھی کبھی بے توقیری بھی حد سے گزر جاتی ہے۔ اسے کبھی محبت کے نام پر دھوکے ملتے ہیں اور نفرت کے نام پر رسوائیاں۔ مگر اس کی سرشت میں قربانی اور وفا شامل ہے۔ جس کا صلہ اسے کم کم ہی ملتا ہے۔ عورت سے منسلک تمام رشتے ہی محترم و مقدس اور معتبر ہیں۔ ماں، بہن، بیٹی کا رشتہ تو خونی و موروثی رشتہ ہوتا ہے مگر بیوی کا رشتہ دینی اور اخلاقی طور پر طے شدہ ہوتا ہے۔ اس لیے اسے احسن طریقے سے نبھانا اور ورکنگ ریلیشن شپ کے اصول و ضوابط وضع کرنا ضروری ہیں تاکہ کاروبارِ زندگی خوشی خوشی انجام دیا جاسکے۔ اس میں ''اعتماد'' کی فضا کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

ایک مثالی گھر کا تصور ہر عورت کا خواب ہوتا ہے۔ وہ گھر جس کی وہ بلاشرکت غیرے مالک ہو۔ مرد کے معاشرے میں عورت کو دوسرے درجے کی مخلوق تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ عورت تو ناز و انداز، نزاکت اور نفاست کا حسین پیکر ہوتی ہے۔ اور انہی ناز و انداز میں اس کا حقیقی حسن پوشیدہ ہے۔

خوبصورت پھول، خوشبو اور حسن اپنا وجود منوانا چاہتے ہیں ہے اور بغیر تعریف کے حسن پھول و خوشبو اپنا وجود بے معنی محسوس کرتے ہیں۔

دلداری و دل بستگی بہت بڑی Motivation ہے اور اس سے دل جیتے جا سکتے ہیں اور کئی جھگڑے نمٹائے جا سکتے ہیں یا فیصلے باہم رضامندی و مشورہ سے ہونے چاہیے۔ یک طرفہ فیصلہ مسلط کر دینے سے حاکم اور محکوم کا تصور ابھرتا ہے جو کہ آخر کار بغاوت کو جنم دیتا ہے۔ میاں بیوی کی عادات میں تضادات تو ہوتے ہیں مگر ان کو بار بار زیر بحث لانے اور اپنی بات منوانے کے زعم میں کسی کی ذات کی نفی کرنا بڑے بگاڑ کی وجہ بنتا ہے۔

ہماری عدالتوں میں آئے دن طلاق/ بچوں کی حوالگی کے مقدمات پیش ہوتے ہیں اور جج و وکلاء سمیت تمام ماحول آزردہ و افسردہ ہو جاتا ہے۔ بچوں کی آہ و فغاں کلیجے شق کر دیتی ہے۔ آخر بچوں سے فطری محبت وہ قوت کیوں نہ بن پائی کہ شادی کو ٹوٹنے سے بچا سکتی؟ کیا طلاق سے پہلے شادی کے ٹوٹنے کے نتائج اور مابعد اثرات کا علم نہیں ہوتا۔ کیا ذہنی طور پر منتشر اور دو فیملی زندگی (Broken) زندگی گزارنے والے بچے ان گنت نفسیاتی عوارض کا شکار ہو کر معاشرے کے لیے کارآمد شہری بن سکیں گے؟...... ہمارے معاشرتی تضادات اور جھوٹی اناؤں کی پہرہ داری اور عورت کا عورت سے ازلی بیر ہی اکثر ایسے عوامل پیدا کر دیتا ہے کہ نوبت لڑائی جھگڑے سے طلاق تک آ جاتی ہے۔ اس موقع پر مرد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف اپنے گھر کو بچائے بلکہ دو خاندانوں کو اس بگاڑ سے محفوظ رکھے جو طلاق کی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھی نئے شادی شدہ جوڑوں کے لئے ٹریننگ کورسز ہونے چاہئیں۔ شوہر کے لئے ریفریشر کورس کی درسی کتب میں اس کتاب کو ضرور شامل کیا جانا چاہیے۔

ہمیں امید ہے کہ پرستاران بیگمات یا حالات کے ستائے ہوئے شوہر اس خوبصورت تحفے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس سے بھرپور استفادہ حاصل کریں گے۔

ڈاکٹر محمد یونس ایاز

(مدیر اعلیٰ، ماہنامہ مرہم فیصل آباد)

ناکام شوہروں کی خدمت میں!

کسی مفکر کا قول ہے ''عورت ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر مرد کا گزارہ بھی نہیں ہوسکتا اور مکمل طور پر اس کو قابو بھی نہیں کرسکتا۔'' لیکن ہر مرد کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کا دل جیت لے اور دھڑکن بن کے اپنی بیوی کے دل میں سما جائے۔ عورت اس سے محبت کرے، اس کا احترام کرے۔ شادی سے پہلے وہ انہی سپنوں میں کھویا رہتا ہے، لیکن بعض اوقات شادی کے چند دنوں بعد ہی اس کے سپنے بکھر جاتے ہیں' آرزوؤں کا شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے۔ اگر آپ مرد ہیں تو آپ شادی شدہ ہیں یا پھر شادی کے سنہری بندھن میں بندھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر آپ شادی شدہ ہیں تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب بیمار شوہروں کے لیے ایک دوا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوہر کچھ ایسے نفسیاتی عوارض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کا تعلق دل، زبان اور دماغ سے ہوتا ہے۔ وہ اس طرف مطلق توجہ نہیں دیتے اور اپنے آپ کو صحیح سمجھ رہے ہوتے ہیں، لیکن ان کی بیماریوں کی وجہ سے گھر میں تلخیوں اور الجھنوں کے کانٹے اُگ آتے ہیں، خوشیوں کو گھن لگ جاتی ہے، خاندان بھر کا سکون و قرار چھن جاتا ہے۔ ایسا شوہر خود بھی الجھا الجھا اور کھویا کھویا پھرتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں صحیح اور بیوی کو بیمار سمجھ رہا ہوتا ہے، گھر کی ساری الجھنوں، فساد اور بے سکونی کا سبب اس کے نزدیک اس کی بیوی ہوتی ہے۔ اس بے چاری کے پیچھے وہ ہاتھ دھو کر اور پنجے جھاڑ کے یوں پڑتا ہے کہ کبھی مفتیوں کے پاس طلاق کے فتوے ڈھونڈتا پھرتا ہے، کبھی بڑوں سے مشورے لیتا ہے، کبھی اپنی قسمت کا رونا روتا ہے اور کبھی بیوی سے الجھتا ہے۔ خود بھی پریشان ہوتا ہے اور سارے خاندان کو بھی پریشانی میں مبتلا رکھتا ہے۔

اس کی زندگی بعض اوقات ایک تماشہ بن جاتی ہے، جس کا نظارہ اس کے پڑوسی بھی وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اس سارے مسئلے کا حل اس کے اپنے پاس، اپنے دل، دماغ اور زبان کی اصلاح میں پوشیدہ ہوتا ہے، ان بیماریوں کا علاج ڈاکٹروں کے پاس نہیں ہے، وہ جسمانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ تلخیوں اور نفسیاتی الجھنوں کا علاج نہیں کرتے۔ ان کے پاس جسمانی بیماریوں کا علاج ہے، اخلاقی بیماریوں کا نہیں اور ہمارا المیہ یہ ہے کہ گھریلو معاملات میں عموماً بیوی کو ہی قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے جبکہ بہت دفعہ قصور مرد کا ہوتا ہے۔ ہاں بعض گھروں میں یہ صورتحال بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بیوی شوہر کا احترام نہیں کرتی، اس کے دل میں شوہر کی قدر نہیں ہوتی، جس سے مرد ذہنی اذیت میں مبتلا رہتا ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ بیوی آخر کیوں ایسا کرتی ہے؟ وہ کونسی وجوہات ہیں جنھوں نے اس کی زبان سے شہد کی مٹھاس چھین لی ہے۔

آپ ان وجوہات کا علاج اگر اپنے اندر تلاش کریں گے تو مل جائے گا، اسی طرح اگر نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ بحیثیت ایک شوہر کے کریں گے تو سب مسائل کا حل مل جائے گا۔ شادی سے پہلے رشتہ سوچ سمجھ کے کریں اور بڑوں سے ضرور مشورہ لیں کہ وہ اچھے اور بُرے کی پہچان میں ایک جوہری کی نظر رکھتے ہیں اور جب شادی ہو جائے تو پھر گھر بسانے کی جدوجہد کریں، گھر بنا کے توڑنا دانش مندی نہیں۔ اچھے حالات میں تو سب ہی گزارا کر لیتے ہیں، مزہ تو تب ہے کہ کٹھن حالات میں نباہ کر کے دکھایا جائے۔

جب تک ذہن میں یہ بات گردش کرتی رہے کہ بیوی جھگڑوں کا سبب ہے، یہ میرے قابل نہیں، اس کو چھوڑ دینا چاہیے، تب تک بندہ ان خیالات کے زیر اثر الٹی سیدھی حرکتیں کرتا رہتا ہے جو نہ صرف گھریلو جھگڑوں کا سبب بنتی رہتی ہیں بلکہ ایک طرف اگر وہ بیوی کے دل سے دور ہوتا ہے تو دوسری طرف بیوی کے دل میں یہ بات بھی پختہ ہو جاتی ہے کہ وہ عدم تحفظ کا شکار ہے اور یہی عدم تحفظ کا احساس عورت کے نازک جذبات کا خون کر کے اسے یہ بات سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اگر شوہر نے کوئی انتہائی قدم اٹھا لیا تو پھر وہ خود کو تحفظ کیسے دے گی؟ اور اگر اس نے تحفظ کے لیے خارجی عوامل ڈھونڈنے شروع

کر دیئے تو پھر کبھی گھر میں سکون نہ ہو سکے گا، اس لیے آپ اپنے دل و دماغ میں اس بات کو جگہ دیں ''میں نے بیوی کو طلاق نہیں دینی' اس سے نبھاؤ کرنا ہے اور یہی میری قسمت تھی۔'' پھر ایک پالیسی ساز کی طرح اپنی اور بیوی کی اصلاح میں لگ جائیں۔ چند دنوں میں منظر بدلنا شروع ہو جائے گا اور آپ کی بے کیف زندگی لطف و مسرت اور خوشیوں کا گہوارہ بننے لگے گی اور گھر کے آنگن میں بہار کی آمد خزاں کے بکھرے زرد پتوں کو لپیٹ دے گی۔

میرے اس کتاب کے لکھنے کی وجہ بھی ایسے ہی افراد بنے ہیں جو گھریلو الجھنوں کا شکار ہو کے بعض دفعہ میرے پاس مسائل پوچھنے آ جاتے ہیں اور پھر اپنی بیویوں کو کوستے اور اپنی قسمت کا رونا روتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کے گھروں کو شاد و آباد رکھے۔ ایسے افراد کے لیے اس کتاب میں ان شاء اللہ بہت حد تک راہنمائی موجود ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ میری یہ کاوش گھروں میں خوشیاں بانٹنے کا ذریعہ بنے، فاصلوں کو قربتوں میں بدل دے اور ازدواجی رشتوں میں گلاب کی خوشبو اور شہد جیسی مٹھاس رچ بس جائے۔ آمین

دعا گو

تفضیل احمد ضیغم

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

۱۱ مئی ۲۰۰۷ء

بنیادی بات......!!

ابتداء میں ہم ایک ایسا بنیادی نکتہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس کے سمجھنے میں کامیاب گھریلو زندگی کا راز ہے۔ یوں سمجھ لیں جس نے اس بنیادی نکتے کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے عمل شروع کردیا' اس کی خوشگوار گھریلو زندگی کا آغاز ہوگیا اور اس نے بہت سی نفسیاتی الجھنوں سے نجات حاصل کرلی۔ اور وہ ہے ''عورت اور مرد میں تخلیقی فرق'' اس تخلیقی فرق کو سمجھنا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو چند دنوں تک شادی کے سنہرے بندھن میں بندھنے والا ہے اور اس شخص کے لیے بھی جس کی شادی تو ہو چکی ہے لیکن میاں بیوی میں پیدا ہونے والی تلخیوں نے اس کی زندگی کو عذاب بنادیا ہے اور وہ تنہائیوں میں گھنٹوں ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے سوچتا ہے کہ کاش کوئی چارہ گر اس کے دکھوں کا مداوا کردے اور اس کی زندگی میں محبتوں کے گلاب کھل اٹھیں لیکن اسے کچھ بجھائی نہیں دیتا۔ ہوسکتا ہے ہم اس بات کو معمولی سمجھ رہے ہوں کہ کیا ہے تخلیقی فرق؟ مرد کی جسمانی ساخت اور طرح کی ہے عورت کی اور طرح کی۔ دونوں زندگی میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور بس۔ اس نکتے سے ہمیں کون سے قیمتی راز معلوم ہوئے جو ہماری معاشرتی پریشانیوں کو دور کرسکتے ہیں۔

قارئین کرام! معاملہ اگر اتنا سا ہوتا تو ہم اسے کتاب کے شروع میں نقل نہ کرتے اور ممکن ہے کہ اسے زیر قلم ہی نہ لاتے۔ آیئے دیکھیں اس تخلیقی فرق سے مزید کتنے مسائل نکلتے ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ایک دوسرے کی عادتوں اور نفسیاتی رویوں کا فرق۔ مرد کی عادتیں اور باتیں مردوں والی ہوں گی اور عورت کی عورتوں والی۔ اگر مرد بیوی سے مردوں والی عادتیں طلب کرے گا تو عورت دے نہیں پائے گی۔ اسی طرح بیوی اگر شوہر سے عورتوں والی عادتوں کی خواہش کرے

گی تو وہ بھی نہ دے سکے گا۔

(۲) عورت سے فطرتی طور پر ان عادتوں کا ظہور اور نافہم مرد کا ان عادتوں کو ختم کرنے کے لیے لاحاصل کوشش کرنا اور پھر تھک ہار کر زندگی کو تلخ بنا لینا۔

(۳) سمجھ میں فرق، ہم مرد کو اور اپنے دوست احباب کو مردوں کے انداز میں سمجھاتے ہیں اور وہ بھی مردوں کے انداز میں ہی سمجھتے ہیں اور عورتیں اپنی سہیلیوں کو عورتوں کے انداز میں سمجھاتی ہیں۔ اگر شوہر چاہے کہ میں اپنی بیوی کو مردوں کے انداز میں سمجھاؤں تو شاید وہ ناکام ہو جائے اور وہ اس بات کا ڈھنڈورا پیٹنے لگے کہ میری بیوی پھوہڑ ہے اور میری بات سمجھنے سے قاصر ہے۔

(۴) دونوں کی خوشی میں فرق، شوہر کو سمجھنا چاہیے کہ جس طرح میں اپنے آفس میں کسی دوسرے بھائی کو خوش کر لیتا ہوں ممکن ہے بیوی کو اس انداز سے خوش نہ کر پاؤں۔

نبی ﷺ نے اس تخلیقی فرق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِیْ جَارَهٗ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنْ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا۔[1]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسایہ کو نہ ستائے اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ عورتوں سے بھلائی کرتے رہنا کیوں کہ عورتوں کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی اوپر ہی کی طرف سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اگر تو اس کو ایک دم سے سیدھا کرنا چاہے تو اس کو توڑ ڈالے گا یہی ہو گا وہ سیدھی نہ ہو گی اور اگر رہنے دے تو خیر ٹیڑھی رہے گی، میں تم کو وصیت کرتا ہوں عورتوں سے بھلائی کرتے رہنا۔''

---

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح باب الوصاۃ بالنساء

نبی ﷺ نے اس فرمان میں کتنے پیارے انداز سے عورت کے مرد سے پیدائشی فرق کو بیان کر دیا ہے۔ یقین کیجئے یہ ٹیڑھا پن جہاں عورت کے فطرتی کردار پر روشنی ڈالتا ہے وہاں یہ بات بھی واضح کرتا ہے کہ یہ تخلیقی فرق عورت کا حسن بھی ہے۔ اس کے بولنے، سمجھنے کام کرنے میں ایک مخصوص نزاکت ہوتی ہے۔ اگر اسے ختم کر دیا جائے تو نسوانیت میں بہت حد تک کمی آ جائے گی۔ اس کی عادات میں بھی ایک ٹیڑھا پن ہے جسے سیدھا کرنے سے نبی ﷺ نے روک دیا ہے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں سیدھی نہیں ہوں گی بلکہ سیدھا ہونے کی بجائے ٹوٹ جائیں گی یعنی طلاقوں تک معاملے پہنچ جائیں گے اور حالات میں وسیع بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ عورت کی یہ فطرت ایسے ہی قبول کرنی ہوگی، جیسے پھول کے ساتھ کانٹے بھی قبول کر لئے جاتے ہیں۔ جس طرح مالی لاکھ کوشش کر لے وہ ایسے گلاب حاصل نہیں کر پائے گا جن کی ٹہنیوں میں کانٹے نہ ہوں۔ اگر گلاب کی دلکشی اور اس کی خوشبو سے آپ فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو وہ کانٹوں والی ٹہنیوں پر ہی اُگیں گے۔ اگر یہ قبول نہیں ہیں تو بیٹھے رہیں قطعاً اپنے گھر میں گلاب کی کاشتکاری نہ کریں۔

یہی تخلیقی فرق نبی ﷺ نے ایک اور حدیث میں یوں بیان کیا ہے۔

عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ اَضْحًی اَوْفِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّی اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَارَاَیْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَا کُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلَیْسَ شَھَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَھَادَۃِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِھَا اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِھَا۔[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب الحیض باب ترک الحائض الصوم

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقر عید یا رمضان کی عید میں عیدگاہ جانے کے لیے نکلے (راہ میں) عورتیں ملیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتو! خیرات کرو کیونکہ مجھے دکھایا گیا دوزخ میں عورتیں (مردوں سے) زیادہ تھیں۔ عورتوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لعنت بہت کیا کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود صاحب شعور آدمی کی عقل کھو دینے والیاں تم سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین اور عقل میں کیا کمی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا: بے شک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ دیکھو عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتی اور روزہ نہیں رکھتی۔ انہوں نے کہا: یہ تو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعلمین تھے۔ ان کی محبت و شفقت تو سب سے بڑھ کر تھی۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ عورتوں کی تحقیر کرتے۔ ان کا مقصد عورتوں پر تنقید کرنا یا انہیں ملامت کرنا نہیں تھا بلکہ ایک طرف ان کی عادتوں کے حوالہ سے چند کمزور پہلوؤں کا ذکر کر کے اصلاح کی دعوت دی ہے اور دوسری طرف کچھ پیدائشی خامیوں کا ذکر کیا ہے۔ حدیث شریف پر غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ آپ علیہ السلام نے عورتوں کے متعلق درج ذیل چار چیزیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) لعنت ملامت کرنے کی عادت

(۲) خاوندوں کی ناشکری کا عنصر

(۳) دین اور عقل میں ناقص ہونا

(۴) مرد کی عقل پر غالب آنے کی کوشش کرنا

یہ چاروں چیزیں عورت میں فطری کمزوری کے طور پر موجود ہیں۔ اکثر عورتوں میں یہ عناصر پائے جاتے ہیں۔ اس لئے مرد کو چاہیے کہ وہ حکمت سے بیوی کی اصلاح کرتا رہے مگر

دل میں یہ بات بٹھا لے کہ وہ ان چیزوں کو یکسر ختم نہیں کر سکتا۔ عورت اگر کبھی طعنہ زنی کر بیٹھے تو اسے اس کی فطری کمزوری سمجھ کر نظر انداز کر دے۔ یہ عورت کے دلکش وجود کے ساتھ ایک کڑوا کانٹا ہے جو اس پھول کے ساتھ قبول کرنا پڑے گا۔ اسی طرح اگر مرد اپنے بیوی بچوں پر جی بھر کے خرچ کرے حتیٰ کہ اپنی جیبیں بھی خالی کر دے تب بھی وہ اس صورتحال کے لیے تیار رہے کہ عورت اپنی فطری کمزوری کے ہاتھوں مجبور ہو کر کوئی تلخ بات کر سکتی ہے جسے ناشکری میں شمار کیا جائے گا۔ یہ اس پھول کے ساتھ دوسرا کانٹا ہے جو اسے مسکرا کر قبول کرنا پڑے گا۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے عورت کی اس کمزوری کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ سنن نسائی کی ایک طویل روایت ہے جس میں آپ ﷺ کی گرہن کی نماز کا ذکر ہے اور نماز کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا اور اس کی کیفیت یہ تھی:

وَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَآءَ قَالُوْا لِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ بِکُفْرِ ھِنَّ قِیْلَ یَکْفُرْنَ بِاللّٰہِ قَالَ یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ یَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدٰھُنَّ الدَّھْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْکَ شَیْئًا قَالَتْ مَارَأَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ۔[1]

''اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔ لوگوں نے پوچھا: کیوں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: ان کی ناشکری کی وجہ سے۔ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے ساتھ ناشکری کی وجہ سے؟ فرمایا: خاوند کے ساتھ ناشکری کرتی ہیں اور اس کا احسان نہیں مانتیں۔ اگر تم کسی عورت کے ساتھ عمر بھر احسان کرو اور پھر اسے تمہاری ایک بات بری لگ جائے تو وہ کہے گی، میں نے کبھی تجھ سے بھلائی نہیں پائی۔''

نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ بعض عورتوں میں یہ فطری کمزوری یہاں تک غالب ہوتی ہے کہ عمر بھر کا احسان بھول جاتی ہیں۔ اس لئے میرے بھائی! اگر آپ اپنی زندگی کو خوشگوار رکھنا چاہتے ہیں تو ایسے کڑوے کسیلے جملوں کو کڑوا گھونٹ سمجھ کر پی لیں۔ اسے عورت کی کمزوری سمجھیں۔ ہاں دھیرے دھیرے اصلاح کرتے رہئے اور بس۔

---

[1] صحیح سنن نسائی کتاب الکسوف باب قدر القراءۃ فی صلوۃ الکسوف

تیسرا فرق یہ بیان کیا ہے کہ عورت ناقص العقل ہے، کم فہمی کی وجہ سے لاشعوری طور پر اس سے غلطیاں سرزد ہوں گی۔ ایسی کہ آپ سر پکڑ کے بیٹھ جائیں گے لیکن جس طرح آپ اپنے آفس میں نئے بھرتی ہونے والے ملازم کی ایک بڑی غلطی کو یہ کہہ کے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ابھی اسے اچھی طرح سمجھ نہیں ہے' آہستہ آہستہ سیکھ جائے گا گھریلو زندگی میں بھی آپ کو یہی اصول اپنانا ہوگا۔ یاد رکھیں آپ کی شادی ایک ایسے انسان سے نہیں ہوئی جس میں افلاطون یا سقراط کا دماغ ہے بلکہ آپ کی شادی ایک ایسی عورت سے ہوئی ہے جو فطری طور پر کمزور ہے۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ مردوں سے ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے کم تر ہونے کے باوجود عورت مرد کو گھما کر رکھ دیتی ہے۔ الجبرا یا جیومیٹری کے مشکل سوالات سے نہیں بلکہ اپنے دلفریب حسن' خوبصورت ناز و انداز اور قاتل اداؤں سے عقل و دانش کے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ ایسے حالات کو ایک عقل مند آدمی حکمت اور دانش مندی سے کنٹرول کر سکتا ہے۔ اگلے ابواب میں ہم ایسے طریقوں کا ذکر بھی کریں گے (ان شاء اللہ) سر دست ہمارا مقصد مرد و زن میں تخلیقی فرق کا بیان کرنا ہے۔

مردوں اور عورتوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ عورتوں میں فطرتی طور پر نزاکت پائی جاتی ہے۔ وہ جسمانی اعتبار سے مرد سے بہت کمزور ہیں اور نزاکت اتنی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک موقع پر انہیں آبگینوں سے تشبیہ دی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى بَعْضِ نِسَآئِهٖ وَمَعَهُنَّ اُمُّ سُلَيْمٍ فَقَالَ وَيْحَكَ يَآ اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيْرِ۔[1]

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی عورتوں کے پاس آئے (جو اونٹوں پر جا رہی تھیں) ان کے ساتھ ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس انجشہ ارے آبگینوں کو آہستہ لے کر چل۔''

نازک چیز کو انسان بڑی احتیاط اور نرمی سے رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر سٹیل کے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر والرجز والحداء

ایک برتن کو لاپرواہی سے رکھ دیا جاتا ہے اور میز پر پڑے شیشے کے ایک نازک گلدان کو احتیاط سے اٹھایا اور رکھا جاتا ہے۔ اگر اسے لاپرواہی اور بے احتیاطی سے رکھیں گے تو وہ ٹوٹ جائے گا۔ ایسے ہی عورتیں نازک اندام ہیں۔ ان کے ساتھ انتہائی محتاط اور نرم رویہ رکھیں گے تو زندگی کی گاڑی سبک رفتاری سے چلے گی، نہیں تو الجھنیں گھیر لیں گی۔ شوہر کو ہمہ وقت عورت کی تخلیقی ساخت پیش نگاہ رکھنی چاہئے۔ اگر وہ اپنے ذہن کو اس بات کے لیے تیار رکھے گا تو جب اس کی بیوی اس کی خواہشات کے برعکس اس سے الجھے گی تو وہ مایوس ہوگا اور نہ ہی بددل بلکہ وہ اس کی فطرتی کمزوریاں سمجھ کے نظر انداز کر دے گا۔ جب بھی عورت اسے اپنی کوتاہیوں سے ناراض کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے الجھنے کی بجائے اس کی اچھائیاں ذہن میں لا کے اپنے غصے کو ٹھنڈا کر لے۔ کیونکہ عورت صرف بیوی ہی نہیں بلکہ وہ ماں، بہن اور بیٹی بھی تو ہے۔ وہ اگر فطرتی طور پر زود حس ہے تو ایثار اور قربانی بھی تو اس کی سرشت ہے۔ اگر وہ معمولی سی بات پر ناشکری کرتی ہے اور لڑتی جھگڑتی ہے تو وہی عورت وقت آنے پر اپنے مرد کے لیے وفا کی پتلی بھی بن جاتی ہے۔

خوشگوار گھریلو زندگی کے لیے تین رہنما اصول

(۱) اللہ کا ڈر:

جو مرد بھی اپنا گھر بسانا چاہتا ہے، اسے درج ذیل تین اصول پلے باندھ لینے چاہئیں بیوی بچوں کے حقوق میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کو سامنے رکھے۔ اس لئے کہ حکمت کی بنیاد خوف الٰہی ہے۔ جب دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو تو بندہ بیوی پر ظلم نہیں کرے گا۔ اسے اپنی لونڈی یا ملازمہ نہیں سمجھے گا بلکہ اس کے حقوق کی ادائیگی میں اسوۂ رسول اللہ ﷺ کو سامنے رکھے گا نبی ﷺ نے گھر والوں سے اچھے سلوک کا حکم دیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ[1]

"مسلمانوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہے اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں اچھے ہیں۔"

اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے واضح طور پر فرمادیا:

اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَاتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَاءِ كُمْ حَقًّا وَلِنِسَاءِ كُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَأْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوْا إِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ۔[1]

''خبردار میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں اور تم ان پر اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں رکھتے کہ ان سے صحبت کرو' البتہ یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کی مرتکب ہوں تو انہیں اپنے بستر سے الگ کردو اور ان کی معمولی پٹائی کرو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات ماننے لگیں تو انہیں تکلیف پہنچانے کے راستے تلاش نہ کرو۔ جان لو: کہ تمہارا تمہاری بیویوں پر اور ان کا تم پر حق ہے۔ تمہارا ان پر حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ان لوگوں کو نہ بٹھائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو بلکہ ایسے لوگوں کو گھر میں بھی داخل نہ ہونے دیں اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں بہترین کھانا اور بہترین لباس دو۔''

(۲) قوت برداشت:

اسی طرح قوت برداشت بہت سے گھریلو جھگڑوں کو ختم کر دیتی ہے۔ جس بندے میں جتنی قوت برداشت ہے اتنا ہی وہ گھریلو معاملات بلکہ گھر سے باہر کی دنیا میں بھی کامیاب ہے۔ برائی کا جواب برائی سے تو ہر بندہ ہی دے سکتا ہے۔ کڑوے کسیلے کلمات سن کے جواب میں ویسے ہی تلخ جملے کہہ دینا کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ انسان کانٹوں کا جواب پھولوں سے دے۔ اس پھل دار درخت کی مانند ہو جائے جسے پتھر مارا جائے تو وہ جواب میں پتھر کی بجائے پھل گراتا ہے۔ ایسے درخت کی طرف سب لوگ ہی متوجہ ہوتے ہیں اور جو کانٹے دار بے ثمر درخت ہو' اس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ تنگ نظر لوگوں میں بھی زخم کھا کے مسکراتے رہنا

---

[1] جامع ترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی المراۃ علی زوجھا قال الشیخ الالبانی حسن

جینے کا سلیقہ ہے۔ گھریلو افراد کی اصلاح میں ہمیشہ پرامید رہیں کبھی مایوسی کا اظہار نہ کریں اور نہ مایوسی کا شکار ہوں۔ یہ دنیا حادثات کی دنیا ہے۔ یہاں ہمیشہ ناموافق حالات پیش آتے رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں موجودہ دنیا میں وہی شخص کامیاب ہوسکتا ہے جو ہمت والا ہو' جو ناخوشگوار حالات کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ اگر قوت برداشت نہیں تو آدمی کمزور اور مغلوب ہو کر رہ جائے گا۔

(۳) صبر:

اسی طرح صبر ایک مومن کا ہتھیار ہے۔ گھر کے حالات کتنے ہی کٹھن ہو جائیں' صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مصائب سے نکلنے کا ایک الہامی طریقہ یہ بتایا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ: 45)

ترجمہ: ''اور نماز اور صبر سے مدد پکڑو۔''

یہ دونوں چیزیں ہی بندے کے دل کو تسلی اور حوصلہ عطا کرتی ہیں۔ اگر بندہ بے صبری کرے گا اور تلملائے گا تو آخر کیا کر لے گا؟ اس کی بے صبری اسے مزید کئی پریشانیوں میں مبتلا کر دے گی۔ گھر کے ماحول کو گلزار بنانا یا جہنم زار بنانا مرد پر موقوف ہے۔ اگر وہ اشتعال والی باتوں پر بھی صبر وتحمل اور قوت برداشت سے کام لے گا تو بھڑکتی آگ کو بھی ٹھنڈا کر دے گا۔ اس ضمن میں آپ ایک واقعہ پڑھیے جس میں کتنے ہی سبق پوشیدہ ہیں۔ مولانا وحید الدین خان اپنی تالیف ''کتاب زندگی'' میں لکھتے ہیں:۔

''محمد افضل لادی والے (۳۵ سال) بمبئی کے رہنے والے ہیں۔ ۲۴ فروری ۱۹۹۱ کی ملاقات میں انہوں نے اپنا ایک واقعہ بتایا۔ ۲۲ جنوری ۱۹۹۱ کو رنگ بھون (دھوبی تلاؤ) میں ایک کلچرل پروگرام تھا۔ افضل صاحب نے اس میں شرکت کی۔ ساڑھے گیارہ بجے رات کو یہ پروگرام ختم ہوا۔ اس سے فارغ ہو کر وہ بمبئی وی ٹی پر آئے اور ٹرین کے ذریعہ کرلا پہنچے۔ اس وقت تقریباً ساڑھے

بارہ بجے کا وقت ہو چکا تھا۔ اسٹیشن سے رہائش گاہ (ہلاؤ پل) تک تقریباً دو کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ انہوں نے چاہا کہ تھری وھیلر کے ذریعہ گھر کے لیے روانہ ہوں۔ تھری وھیلر کے انتظار میں وہ سڑک پر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ایک تھری وھیلر آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس وقت ان کے منہ میں پان تھا۔ تھری وھیلر کو آواز دینے کے لیے انہوں نے جلدی میں پان کو تھوکا۔ اتفاق سے عین اسی وقت ایک مسافر سائڈ میں آ گیا اور افضل صاحب کا پان پورا کا پورا اس کے پاؤں پر جا گرا۔

''مسافر فوراً آگ بگولا ہو گیا۔ طیش میں آ کر اس نے کہا کہ پان کھاتے ہو اور پان کھانے کی تمیز بھی نہیں مگر افضل صاحب نے گرم الفاظ کا جواب ٹھنڈے الفاظ سے دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہوں۔ پان کھانا بھی غلط، اور پان کھا کر میں نے جو کچھ کیا وہ بھی غلط۔ وہ آدمی تیز ہوتا گیا مگر افضل صاحب نے اس کی اشتعال انگیز باتوں کا جواب دینے کے بجائے کہا کہ مجھے معاف کیجئے۔ اس نے کہا کہ یہ اچھا ہے کہ کسی کے ساتھ کچھ بھی کر دو۔ اس کے بعد کہو کہ معاف کر دو۔

''افضل صاحب نے کہا کہ بھائی میں رسمی معافی نہیں مانگ رہا ہوں۔ میں دل سے معافی مانگ رہا ہوں۔ اب آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں دھوؤں۔ افضل صاحب نے جب پاؤں دھونے کی بات کہی تو آدمی کچھ نرم پڑا۔ کچھ اور باتوں کے بعد آخر کار وہ راضی ہوا کہ افضل صاحب اس کا پاؤں دھوئیں۔ قریب ہی ایک چائے وغیرہ کا ہوٹل تھا۔ افضل صاحب فوراً اس کے پاس گئے اور کہا کہ ''محترم! ایک گلاس پانی دینا'' افضل صاحب گلاس لے کر آئے تو آدمی بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے دیجیے، میں خود اپنے ہاتھ سے دھو لیتا ہوں۔

''آدمی نے اپنے ہاتھ میں گلاس لے کر دھویا۔ ایک گلاس سے پوری صفائی

نہیں ہوئی۔ افضل صاحب دوڑ کر گئے اور ایک گلاس مزید پانی لے آئے۔ یہاں تک کہ اس کا پاؤں پوری طرف صاف ہو گیا۔ یہ واقعہ ریلوے اسٹیشن کے باہر پیش آیا۔ گفتگو کے دوران افضل صاحب نے اس آدمی سے کہا: بھائی صاحب آپ تو ''میم'' ہیں اگر آپ ''کاف'' ہوتے تب بھی مجھے یہی کرنا تھا، کیوں کہ اسلام نے ہم کو ایسا ہی حکم دیا ہے۔ یہ سن کر وہ آدمی افضل صاحب سے لپٹ گیا۔ اس نے کہا کہ بھائی صاحب میں کاف ہی ہوں اور آپ جیسا مسلمان مجھے زندگی میں پہلی بار ملا ہے اور اگر دوسرے مسلمان بھی آپ جیسے ہو جائیں تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے۔

''اب وہ آدمی بالکل بدل گیا تھا۔ پہلے اس کے اندر غصہ اور انتقام بھڑک اٹھا تھا۔ اب وہ شرمندہ ہو کر افضل صاحب سے کہنے لگا کہ بھائی مجھے معاف کرنا۔ آپ کو میں نے بڑی تکلیف دی۔ میری وجہ سے آپ کو پانی لانا پڑا۔ آپ کا تھری وھیلر بھی چھوٹ گیا۔ افضل صاحب نے کہا کہ مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔ اس معاملہ میں اصل غلطی تو میری تھی۔ اور میں جو پانی لایا، وہ میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا۔ واقعہ کے شروع میں جو آدمی دوسرے کو غلط بتا رہا تھا۔ واقعہ کے آخر میں وہ خود اپنی غلطی مان کر شرمندہ ہو گیا اور معافی مانگنے لگا۔

''جب یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت بمبئی کے علاقہ جوگیشوری میں زبردست فرقہ وارانہ کشیدگی موجود تھی۔ یہ مقام کرلا سے تقریباً ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ان حالات میں اگر افضل صاحب اشتعال کے جواب میں اشتعال کا انداز اختیار کرتے تو وہی ہوتا جو اس طرح کے مواقع پر دوسری بہت سی جگہوں میں ہو چکا ہے یعنی فرقہ وارانہ فساد اور جان و مال کی تباہی۔ اس کے بعد شاید ایسا ہوتا کہ افضل صاحب گھر پہنچنے کی بجائے ہسپتال لے جائے جاتے اور علاقہ میں ہندو مسلم فساد برپا ہو کر سینکڑوں خاندانوں کو برباد کر دیتا۔

''افضل صاحب نے یہ واقعہ بتانے کے بعد کہا: میں اشتعال کے موقع پر

مشتعل ہونے سے بچ گیا۔ اور نتیجتاً اس کے برے انجام سے بھی۔ میرے گلاس بھر پانی نے سیکڑوں لوگوں کو اس بھیانک انجام سے بچالیا کہ ان کا خون سڑکوں پر بہایا جائے۔"

اشتعال انگیز الفاظ بول کر آپ آدمی کے ذہن کو غصہ کا تنور بنا سکتے ہیں۔ اور نرم الفاظ بول کر آدمی کے بھڑکتے ہوئے غصہ کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔ الفاظ آگ کا کام بھی کرتے ہیں اور برف کا کام بھی۔ یہ بولنے والے پر منحصر ہے کہ وہ دونوں میں سے کس چیز کا اپنے لیے انتخاب کرتا ہے۔ اسی انتخاب پر اس کی گھریلو زندگی کا دار ومدار ہے۔ تجربات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ سخت رویہ الٹا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں نرم رویہ ایسا نتیجہ پیدا کرتا ہے جو آپ کیلئے مفید ہو۔ آپ نرم رویے کے تجربات اپنی گھریلو زندگی اور اردگرد کے ماحول میں کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ریلوے اسٹیشن پر دو آدمی چل رہے تھے، ایک آدمی آگے تھا، دوسرا پیچھے۔ پیچھے والے کے ہاتھ میں ایک بڑا بکس تھا، تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اس کا بکس اگلے آدمی کے پاؤں سے ٹکرا گیا، وہ پلیٹ فارم پر گر پڑا۔ پیچھے والا آدمی فوراً ٹھہر گیا اور شرمندگی کے ساتھ بولا کہ مجھے معاف کیجیے (Excuse me) آگے والے آدمی نے یہ سنا تو وہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس نے کہا کوئی حرج نہیں اور پھر دونوں اٹھ کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی ناخوش گوار صورت پیش آئے تو دونوں بگڑ جائیں، ایک کہے کہ تم اندھے ہو، دوسرا کہے کہ تم بدتمیز ہو، تمہیں بولنا نہیں آتا۔ وغیرہ...... اگر ایسے موقع پر دونوں اس قسم کی بولی بولنے لگیں تو بات بڑھے گی، یہاں تک کہ دونوں لڑ پڑیں گے۔ پہلے اگر ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی تو اب ان کے جسم سے خون بہے گا۔ پہلے اگر ان کے کپڑے پھٹے تھے تو اب ان کی ہڈیاں ٹوٹیں گی۔

خواہ گھریلو زندگی کا معاملہ ہو یا گھر کے باہر کا معاملہ ہو' خواہ ایک قوم کے افراد کا جھگڑا ہو یا دو قوموں کے افراد کا جھگڑا' ہر جگہ نرم روی اور اعلیٰ ظرفی سے مسئلے ختم ہوتے ہیں اور اس کے برعکس رویہ اختیار کرنے سے مسئلے اور بڑھ جاتے ہیں۔

نرم روی کا طریقہ گویا آگ پر پانی ڈالنا ہے اور شدت کا طریقہ گویا آگ پر پٹرول ڈالنا۔ پہلا طریقہ آگ کو بجھاتا اور دوسرا طریقہ آگ کو مزید بھڑکا دیتا ہے۔

پس اے بھائی! اگر آپ کامیاب گھریلو زندگی گزارنا چاہتے ہیں، بیوی بچوں اور دوست احباب کے دل میں گھر کرنا چاہتے ہیں تو تین اصول زندگی میں شامل کرلیں کہ وہ آپ کی عادت بن جائیں اور وہ تین قیمتی اصول یہی ہیں:

❶ بیوی بچوں کے حقوق اور گھر کے ماحول میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کو سامنے رکھنا ہے۔

❷ اشتعال انگیز باتوں پر جارحانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے قوت برداشت سے کام لینا ہے۔

❸ خانگی زندگی میں پیش آنے والی ہر پریشانی کا الزام دوسروں پر تھوپنے کی بجائے اس پر صبر کرنا اور اسے خندہ پیشانی سے قبول کرنا ہے۔

جہاں تک شریعت نے لچک دی ہے' استعمال کریں!

بعض افراد گھر میں بلا وجہ کی سختی نافذ کر دیتے ہیں اور عورت گھر میں جیل کے قیدی کی طرح بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ رشتہ داروں کے ہاں وہ نہیں جا سکتی، اس کے محرم رشتہ دار بھی آتے ہیں تو ان کے ساتھ زیادہ گفتگو نہیں کر سکتی۔ اپنے شوہر کے ساتھ سب کے سامنے بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتی۔ اپنے شوہر کے ساتھ بھی کہیں گھومنے جانا جرم قرار پاتا ہے۔ خود ہی سوچیے! جب آپ عورت کو قیدی بنا دیں گے' گھر میں انتہائی جابرانہ ماحول نافذ کر دیں گے' عورت آپ کے ساتھ نہ پارک میں جا سکے گی اور نہ کسی اور جگہ تو وہ کیسے آپ سے محبت کرے گی؟ ایک پرندے کو قید کر کے آپ اسے شہد اور مکھن کھلاتے رہیں، پنجرے کا دروازہ کھلتے ہی وہ آپ کی محبت کو خیر باد کہہ دے گا۔ اسی طرح قیدی عورت آپ سے محبت کرنے بھی لگ جائے تب بھی وہ ایسی ہی محبت ہو گی جو ایک قیدی کو جیلر سے ہوتی ہے۔

بعض افراد جو شریعت کو تنگ نظری کے آئینے میں دیکھتے ہیں اور جن کی شریعت صرف چند مخصوص مسائل تک محدود ہوتی ہے، جو صرف اپنے حقوق کے طلبگار ہوتے ہیں اور اپنے فرائض سے یکسر غافل، ایسے کوتاہ بین اپنی بیوی کو اتنا تنگ کر دیتے ہیں کہ وہ دین سے ہی متنفر ہونے لگتی ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ یہ اسلام ہے؟ اگر یہ اسلام ہے تو ایسے اسلام کو دور سے ہی سلام۔ شوہر کی بے جا سختی اور تنگ نظری ایک مسلمان خاتون کی دنیا بھی تباہ کر دیتی ہے اور آخرت بھی خطرے سے خالی نہیں رہتی۔ وہ شوہر کے ردعمل میں باغیانہ طرز عمل اپنا لیتی ہے۔ اس کی یہ بغاوت معاشرے سے بھی ہوتی ہے اور بسا اوقات دین سے بھی۔

اس صورتحال کے پیش آنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مردوں میں ظاہری تقویٰ تو ہوتا ہے لیکن شریعت کا علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ دینی اعتبار سے جہالت اور تقویٰ جب آپس میں ملتے ہیں تو تنگ نظری جنم لیتی ہے۔ ایک ایسی تنگ نظری جس کے سامنے اچھے بھلے

مومنوں کی ایک جماعت کافر یا فاسق قرار پاتی ہے۔ تقویٰ اور علم میں توازن ضروری ہے۔ نبی ﷺ کے گھریلو ماحول پر نظر دوڑائیں تو بہت آسانیاں نظر آتی ہیں۔ نبی ﷺ جب کبھی سفر کے لیے نکلتے تو عموماً اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو ساتھ لے لیتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ بِاللَّيْلِ سَارَمَعَ عَائِشَةَ يَتَحَدَّثُ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: أَلَا تَرْكَبِينَ اللَّيْلَةَ بَعِيرِي وَأَرْكَبُ بَعِيرَكِ، تَنْظُرِينَ وَأَنْظُرُ؟ فَقَالَتْ: بَلَى فَرَكِبَتْ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَيْهِ حَفْصَةُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهَا، ثُمَّ سَارَ حَتَّى نَزَلُوا، وَافْتَقَدَتْهُ عَائِشَةُ، فَلَمَّا نَزَلُوا جَعَلَتْ رِجْلَيْهَا بَيْنَ الْإِذْخِرِ وَتَقُولُ: يَارَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي، وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا۔[1]

نبی ﷺ جب سفر کے لیے تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ ایک سفر میں سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں کے نام قرعہ نکلا اور نبی ﷺ کا معمول تھا کہ سفر کرتے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ باتیں کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم ایسا کرو کہ آج رات تم میرے اونٹ پر بیٹھو اور میں تمہارے اونٹ پر بیٹھتی ہوں تاکہ میں تمہارے اونٹ کا تماشہ دیکھوں اور تم میرے اونٹ کو ملاحظہ کرو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیشکش قبول کر لی اور ان کے اونٹ پر سوار ہو گئیں پھر جب نبی ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف آئے تو اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں۔ آپ نے انہیں سلام کیا پھر چلنے لگے، پھر جب منزل پر اترے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دونوں پاؤں اذخر گھاس میں ڈال لیے اور کہنے لگیں: اے اللہ! مجھ پر سانپ یا بچھو کو مسلط کر دے تاکہ وہ مجھے کاٹ لے

---

[1] مختصر صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب القرعة بین النساء إذا اراد سفرا

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی ہوں۔''

پتہ چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو بیویوں کو ساتھ لے کر گئے اور سفر کے دوران بیویوں سے گفتگو بھی کرتے رہتے اور بیویاں چونکہ گھر کے اندر قیدی کی طرح بند نہیں تھیں کہ سفر کے لیے نکلتے ہی وہ اردگرد کے مناظر میں کھو جاتیں اور شوہر کی طرف توجہ نہ رہتی بلکہ دونوں کی خواہش تھی کہ وہ اس Outing میں بھی شوہر کے زیادہ قریب ہوں۔ اسی طرح ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ بھی لگائی۔

اِنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهٗ فَسَبَقْتُهٗ عَلٰی رِجْلَیَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ ـ سَابَقْتُهٗ فَسَبَقَنِیْ، قَالَ: ((هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ))۔[1]

''وہ ایک سفر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھیں، انہوں نے بیان کیا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت لے گئی۔ (کچھ عرصے بعد) جب میں فربہ ہوگئی تو میں نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے سبقت لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کا بدلہ ہوگیا۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی واقعہ کو تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ ''آداب الزفاف'' میں مسند حمیدی کے حوالہ سے یوں نقل کیا ہے۔

'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ ابھی وہ نوعمر تھیں اور ان کا وجود ہلکا سا تھا اور بدن پر گوشت زیادہ نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ تم لوگ آگے چلے جاؤ۔ سب لوگ آگے چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے عائشہ) آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کروں۔ میں نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا تو میں سبقت لے گئی۔ کافی دن گزرنے کے بعد ایک دفعہ پھر میں آپ کے ساتھ سفر میں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، باب عشرۃ النساء الفصل الثانی ، قال الشیخ الالبانی صحیح

اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ تم لوگ آگے چلے جاؤ۔ پھر مجھے کہا: آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کروں۔ مجھے پہلا واقعہ قطعاً یاد نہیں تھا۔ اس وقت میرا وجود گوشت چڑھنے کی وجہ سے بھاری ہو چکا تھا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس حال میں آپ کے ساتھ کیسے مقابلہ کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے (مقابلہ) کرنا پڑے گا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ سبقت لے گئے۔ اس کے بعد آپ ہنسنے لگے اور کہا یہ اس (دن) کا بدلہ ہے۔"[۱]

غور فرمایئے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والے تھے، لیکن شریعت نے جہاں تک لچک دی ہے، اسے گھریلو معاملات میں استعمال فرما رہے ہیں اور یہی آسانی اور دل لگی میاں بیوی کو ایک دوسرے کے قریب کر دیتی ہے۔

۱ آداب الزفاف از البانی رحمہ اللہ بحوالہ مسند حمیدی ۲۶۱

آپ کتنی اچھی ہیں......!

ہر انسان اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے۔ آپ اپنی بیوی کا دل جیتنا چاہتے ہیں تو اس کی دل کھول کر تعریف کریں۔ وہ مرد کس قدر فریب نفس کا شکار ہیں جو کسی بازاری عورت کی تعریف کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں لیکن اپنی بیوی کی تعریف میں محبت بھرے جملے بولنے سے ہچکچاتے ہیں۔ جب کسی کی تعریف کی جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ تعریف کرنے والے کے دل میں میری قدر ہے اور میں اس کے لیے ایک اہمیت رکھتا ہوں۔ بسا اوقات وہ اپنی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے بھی سو طرح کے جتن کرنے لگتا ہے اور یہی اس کی طرف سے تعریف کا جواب ہوتا ہے۔ بیوی کے ہر کام میں تنقید کرنا اسے بددل کر دیتا ہے۔ جس دن آپ دل سے بیوی کی ایسی تعریف کرنے لگ جائیں گے جس میں ریاکاری کا عنصر شامل نہ ہو اور مقصد فقط بیوی کو خوش کرنا ہو، اسی دن گھر کے آنگن میں بہار آ جائے گی، خوشیوں کے پھول کھلنا شروع ہو جائیں گے، محبت کے زمزمے بہنے لگیں گے، بیوی کی شوخیاں اور نقرئی قہقہے گھر کی سونی فضا کو آباد کر دیں گے۔

آپ بیوی کی تعریف کئی معاملات میں کر سکتے ہیں مثلاً اس کے حسن کی تعریف، اس کے بالوں کی تعریف اور یہ کہنا کہ یہ سوٹ آپ پہ کتنا جچتا ہے، اس کے کانوں میں رس گھول دے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ بیوی کے لیے اس کی اور اپنی پسند کا خیال کرتے ہوئے کوئی اچھا سا سوٹ، انگوٹھی یا پھولوں کے گجرے خریدیں۔ بیوی کو خوش کرنا آپ کے محبت بھرے بول اور کردار پر موقوف ہے۔ چاہیں تو اسے ایک کلی یا پھول سے خوش کر دیں اور اگر محبت بھرا میٹھا بول نہ ہو تو ممکن ہے آپ لاکھوں کے زیورات سے بھی اسے خوش نہ کر پائیں۔ اس کے ہاتھ سے پکے ہوئے کھانے کی دل کھول کر تعریف کریں۔ کبھی کبھار ہنڈیا میں نمک مرچ کی زیادتی ہونا ایک عام سی بات ہے۔ اس پر گھر میں طوفان اٹھانے کی بجائے صبر سے کام لیں۔ بڑے بڑے

کاری گر لوگوں سے بھی بعض دفعہ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اچھے کھانے کی تو سب ہی تعریف کرتے ہیں، مزہ تو جب ہے کہ کڑوے کی بھی تعریف ہو۔

حکایت ہے کہ کوئی بادشاہ کسی جنگل میں اپنے مصاحبین کے ساتھ جا رہا تھا، راستے میں اس نے کچھ ککڑیاں دیکھیں تو انہیں کاٹ کر اپنے قریبی افراد کو دینے لگا۔ جس نے بھی ککڑی کھائی، اس کے بدذائقہ سے تھوتھو کرنے لگا لیکن ایک غلام بڑے مزے سے کھاتا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا حضور بہت ذائقہ دار ہے۔ جب بادشاہ نے اس سے لے کر ایک ٹکڑا منہ میں ڈالا تو سخت کڑوی اور بدذائقہ تھی۔ اس پر غلام کہنے لگا، حضور! آپ کے ہاتھ سے بڑے رسیلے اور ذائقہ دار کھانے کھائے ہیں اور آج بدمزہ ککڑی کے ایک ٹکڑے پر شکوہ کرتے ہوئے مجھے شرم آتی تھی۔ غلام کے اس جواب نے بادشاہ کے دل میں اس کی قدر کو بڑھا دیا۔

وہ بیوی جو آپ کو بریانی، کسٹرڈ، پلاؤ اور قسما قسم کے کھانے کھلاتی ہے، اگر کبھی کسی کھانے میں نمک مرچ زیادہ ہو جائے تو لڑنے کی بجائے خاموشی سے کھا لینا بیوی کے دل میں آپ کی قدر بڑھا دے گا۔ اس نے جان بوجھ کے تو ایسا نہیں کیا، بس اندازے کی غلطی ہوگئی ہے جس طرح بعض دفعہ آپ سے بھی ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر بھی آپ کو تعریف ہی کرنی چاہیے، کھانے کی نہیں تو پکانے والے ہاتھوں کی ہی کر دیں اور رہی بیوی کی بات، جب وہ چکھے گی تو خود اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا تھا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مَاعَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ[1]

"نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا اگر دل چاہتا تو تناول فرما لیتے اور اگر طبیعت پسند نہ فرماتی تو چھوڑ دیتے۔"

اگر آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی بیوی کو کوئی لباس یا لپ سٹک اچھی نہیں لگ رہی تو تنقید مت کریں بلکہ ایسے ہونٹوں کی بھی تعریف کریں اور ساتھ یہ کہہ دیں کہ یہ لپ سٹک آپ

---

[1] مختصر بخاری، کتاب الاطعمه، باب ماعاب النبی ﷺ طعاما

کے ہونٹوں پر جچتی تو ہے لیکن سرخ رنگ کی لپ سٹک تو بہت اچھی لگتی ہے اور وہ آپ استعمال بھی کم کرتی ہو۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کی بیوی تھوڑی دیر بعد شیڈ بدل لے گی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بیوی نکھری رہے تو آپ اس کے لباس اور اجلے چہرے کی تعریف کریں۔

اس ضمن میں ہمارے ایک دوست کا واقعہ نصیحت آموز ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے گھریلو ملازمہ کے ذمہ گھر کی صفائی کا کام لگایا لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے کمرے کی صفائی اچھے انداز سے نہیں کرتی اور ٹیبل کے اوپر بھی گرد جمی ہوتی ہے۔ میں نے اپنی بیوی سے شکایت کرنے کی بجائے ملازمہ سے کہا کہ تم جس قدر عمدگی کے ساتھ میرے کمرے کی صفائی کرتی ہو تمہارا شکریہ۔ تمہارا اچھا کام دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ تم نے پورے گھر کو سنبھال رکھا ہے، البتہ کبھی کبھار ہفتے میں ایک دفعہ فرش کی صفائی کے ساتھ میرا سامان بھی جھاڑ دیا کرو تو کمرہ مزید نکھرا ہوا دکھائی دے گا۔ میرے دوست نے بتایا کہ اگلے دن شام کو جب میں اپنے کمرے میں آیا تو وہاں میری میز ایسے چمک رہی تھی جیسے پالش کی گئی ہو اور مجھے پورے کمرے میں کہیں گردو غبار کا نشان بھی نظر نہ آیا۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ سب کام اس نے شاید زیادہ پیسوں کے لالچ میں کئے ہوں گے ہرگز نہیں۔ اس نے اسی تنخواہ میں یہ سب کام کیا۔ دراصل میں نے اس کی تعریف میں جو چند کلمات کہے وہ اس کے لیے سب سے بڑا اثاثہ تھے۔ بالکل ایسے ہی بیوی سے کوئی کام کروانا ہے، تو پہلے اس کی کسی اعتبار سے تعریف کریں۔ اگر حکمت سے، اچھے اخلاق سے آپ کا کام ہو جائے تو اس میں نقصان کیا ہے؟

بیوی کے ہاتھوں کھانے کا مزا لیجئے!

''میں ان ہاتھوں کو چوم لوں جن ہاتھوں نے یہ کھانا بنایا ہے۔ آج تو آپ نے کمال کر دیا، بڑے سے بڑے ہوٹل میں بھی ایسا لذیذ کھانا نہیں کھایا۔'' یہ الفاظ سن کر آپ کی اہلیہ خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کرے گی اور وہ آئندہ بھی آپ سے یہی تعریفی کلمات سننے کے لیے کھانا پکانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گی۔ آپ نے دیکھا ہو گا عورتیں بعض اوقات کھانا پکانے میں اپنی پوری محنت صرف کر دیتی ہیں اور اسے خوبصورت برتنوں میں نفاست سے سجاتی

ہیں اور ان کی نظر کھانے والے کے چہرے پر ہوتی ہے کہ وہ اس کے ذائقہ سے کتنا متاثر ہوتا ہے۔ ایسے میں اگر شوہر بالکل گائے بیل کی طرح کھا جائے کہ اسے احساس ہی نہ ہو کہ وہ کیا کھا رہا ہے، تو بیوی آئندہ کبھی اچھا کھانا پکانے میں یہ جتن نہیں کرے گی۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ تنقید کرنے میں تو شوہر دیر نہ لگائے، جو منہ میں آیا فوراً کہہ دیا اور تعریف کرتے ہوئے اس کی زبان رک جائے۔ کیا وہ تصویر کا صرف تاریک پہلو ہی سامنے رکھنا چاہتا ہے؟

ایسے ہی اگر بیوی کپڑے استری کر کے کھونٹی پر لٹکاتی ہے تو اس کے اس اچھے کام کی تعریف کریں غرضیکہ تمام کام کروانے کا ایک بہت ہی مناسب طریقہ ہے کہ دل سے تعریف کریں۔ اس دنیا میں کسی سے کچھ کروانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے دوسرے شخص کو اس کام کے لیے خوشی سے مائل کرنا۔ انسان کی دلی خواہش جو اس کے اندر مخفی ہے وہ یہی ہے کہ وہ اہم آدمی ہے، لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں، انسانی فطرت کی دلی آرزو ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔ لوگوں کو اپنی تعریف کروانے کی طلب بھی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی انہیں کھانے کی طلب ہوتی ہے۔ ہم اپنے بچوں، دوستوں اور ملازمین کے جسم کی پرورش کرتے ہیں مگر ان کی عزت نفس کی نشوونما کا بہت کم خیال رکھتے ہیں۔ ان کو ہم اچھی خوراک مہیا کرتے ہیں، ان میں قوت بڑھانے کے لیے بھنا ہوا گوشت دیتے ہیں مگر ہم تعریف کے دو بول نظر انداز کر دیتے ہیں جو شاید انہیں کئی سال تک ذہنی خوشیاں مہیا کرتے رہیں۔

یقیناً آپ کسی کی پسلیوں پر ریوالور رکھ کر بھی اسے کام کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں، اسے جان سے مارنے کی دھمکی دے کر کوئی بھی کام لے سکتے ہیں، اپنے کسی ماتحت پر دباؤ ڈال کر بھی اپنا کام کرا سکتے ہیں۔ مگر یہ سب طریقے ظالمانہ اور ناخوشگوار صدائے بازگشت ہیں۔ ان طریقوں سے دل نہیں جیتا جا سکتا۔ ہماری اس ساری گفتگو کا یہ مقصد نہیں کہ بیوی کی چاپلوسی کی جائے۔ دلی تعریف اور چاپلوسی میں فرق ہے۔ چاپلوسی مصنوعی نگینوں کی مالا ہوتی ہے، جس کی چمک عارضی ہوتی ہے۔ اپنی بیوی کی دل سے تعریف کریں، اس کے کاموں کی مزدوری اسے تعریف کی شکل میں دیں اور اسے اپنا اخلاقی فرض سمجھیں۔ اپنا مقصد گھر کے ماحول کو خوش گوار بنانا اور خوشیاں بانٹنا بنالیں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کا گھر جنت بنتا ہے یا نہیں۔

نازبرداریاں......!!

فطرتی طور پر عورت کے اندر ایک نخرہ ہے اور یہ ناز و ادا، اس کی نسوانیت کا حسن ہے۔ عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مرد اس کے ناز اٹھائے۔ اگر سوچا جائے تو نظر آئے گا کہ بیوی بھی شوہر کے ناز اٹھاتی ہے۔ مثلاً اس کی پسند کے کھانے پکاتی ہے۔ شدید گرمی میں وہ پسینے میں شرابور ہے۔ آگ کی حدت برداشت کرتی ہے اور شوہر کے لیے کھانا تیار کرتی ہے، اسے قرینے سے پلیٹوں میں سجاتی ہے کہ شوہر کے آنے پر اسے پیش کیا جائے۔ وہ اپنی ساری محبت کا صلہ یہ مانگتی ہے کہ شوہر اس کے اتنا اچھا کھانا پکانے پر خوش ہو اور اس کی تعریف کرے اور شوہر کی زبان سے نکلنے والے چند تعریفی کلمات ہی اس کی دن بھر کی تھکاوٹ دور کر دیتے ہیں۔ وہ شوہر یقیناً ظالم ہے جو اپنی بیوی کو اتنا صلہ بھی نہیں دیتا۔ اگر دن بھر کی تھکی ہاری عورت کھانے کے دوران شوہر کی جلی کٹی سنے گی تو لامحالہ اس کے دل میں ایک نفرت پیدا ہوگی۔ آئندہ وہ شوہر کے لیے خوشی سے ایسے چاؤ نہیں کرے گی۔

شوہر کی مرضی کے کپڑے استری کرنا اور انہیں سلیقے سے لٹکانا بھی شوہر کی ناز برداری ہے۔ اگر شوہر بھی اس طرح کے ناز اٹھائے گا تو کوئی طوفان نہیں آ جائے گا۔ محبت و پیار ہی بڑھے گا۔ ہاں افراط و تفریط سے بچنا چاہیے کہ بعض مرد بیوی کی ہر جائز و ناجائز بات یوں مانتے چلے جاتے ہیں کہ عورت کے ہی غلام بن کے رہ جاتے ہیں اور بعض ہیں کہ اس طرف مطلق توجہ ہی نہیں دیتے۔ وہ بیوی کے ناز اٹھانا یا اس سے حسن سلوک کرنا بھی شریعت کی خلاف ورزی سمجھتے ہیں اور جائز خواہشات پر بھی اسے جھڑک دیتے ہیں۔ ایسے دونوں ہی مرد گھریلو قربتوں میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ ایسے افراد کو درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ نبی ﷺ تو خود اپنی بیویوں کے ناز اٹھاتے رہے ہیں۔ ذیل میں ہم اس ضمن میں چند روایات پیش کریں گے جو ان افراد کے لیے مشعل راہ ہیں جو بیوی کے ناز اٹھانے کو اپنی مردانہ شان کے خلاف

سمجھتے ہیں اور تلخیوں کے اندر سسک سسک کے زندگی گزار رہے ہیں اور بیوی کی محبتوں کے متلاشی اور چین وقرار کی تلاش میں آہیں بھرتے ہیں۔ آیئے اسوۂ نبوی ﷺ کا مشاہدہ کریں۔

① پیالہ توڑنے والی:

خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيْهَا الطَّعَامَ، وَقَالَ: (كُلُوْا) وَحَبَسَ الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوْا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيْحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ۔[1]

نبی ﷺ اپنی کسی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے۔ اتنے میں کسی دوسری زوجہ محترمہ نے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانا تھا تو اس (بیوی نے جس کے پاس آپ تشریف فرما تھے) ہاتھ مار کر پیالہ توڑ ڈالا۔ آپ ﷺ نے پیالہ اٹھا کر اسے جوڑا اور اس کے اندر کھانا رکھ کر فرمایا: ''کھانا کھاؤ'' اس دوران آپ ﷺ نے اس قاصد اور پیالے کو روکے رکھا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو شکستہ پیالہ رکھ لیا اور صحیح پیالہ واپس کر دیا۔''

نبی ﷺ پیالہ توڑنے پر اپنی اہلیہ سے ناراض بھی نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ عورت کی فطرت کو سمجھتے تھے کہ یہ سوکن کی وجہ سے غیرت میں آجاتی ہے۔ ایک لمحہ کیلئے سوچیے! اگر ہمارے ہاتھ میں پیالہ پکڑا ہو، کسی عزیز کے گھر سے اس میں کھانا آئے اور لقمہ منہ تک لے جانے سے پہلے بیوی ہاتھ مار کے گرا دے اور اسے توڑ دے تو کیا طوفان بپا نہیں ہو جائے گا؟ بعض شوہر تو ایسی صورتحال میں بیویوں پر ہاتھ اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اگر یہ نہیں تو کم از کم گالم گلوچ کی نوبت تو ضرور آئے گی اور پھر شوہر منہ پھلا کے

---

[1] مختصر بخاری، کتاب المظالم باب اذا کسر قصعة او شیئا لغیره

بیٹھ جائے گا کہ جاؤ میں نہیں کھاتا۔ تیری جرأت کیسے ہوئی میرے ہاتھ سے پیالہ گرانے کی؟ دوسری طرف ہمارے پیارے نبی ﷺ کا طرز عمل کیا ہے؟ مسکراتے ہوئے اپنی بیوی کے ناز کو برداشت کیا اور گھر میں معمولی سے تناؤ کی کیفیت بھی پیدا نہیں ہوئی بلکہ یہ واقعہ وجہ دلچسپی بن گیا اور بیوی نے اپنی غلطی فوراً تسلیم کر لی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ٹوٹ جانے والے پیالے کے عوض اپنا صحیح پیالہ بھجوانے کا فیصلہ قبول کر لیا۔

④ تم جب ناراض ہوتی ہو:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دفعہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا:

(إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً، وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى) قَالَتْ: فَقُلْتُ: مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: (أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً، فَإِنَّكِ تَقُولِيْنَ: لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَإِذَا كُنْتِ غَضْبَى، قُلْتِ: لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ) قَالَتْ: قُلْتُ: أَجَلْ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ۔[1]

''جب تم مجھ سے خوش یا ناراض ہوتی ہو تو میں پہچان لیتا ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا آپ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو قسم اٹھاتے وقت یوں کہتی ہو لَاوَرَبِّ مُحَمَّدٍ اور جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو کہتی ہو لَاوَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ میں صرف آپ ﷺ کا نام ہی چھوڑتی ہوں (آپ کی محبت نہیں چھوڑتی ہوں۔)

پتہ چلا کہ حضرت نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں سے اتنی محبت رکھتے تھے اور ان کے اس حد تک مزاج شناس تھے کہ ان کی ایک ایک ادا کو سمجھتے تھے جبکہ بعض مرد ایسے موقعوں پر یوں غضب ناک ہو جاتے ہیں کہ اب میرا نام لینے پر تیری کیا زبان جل جائے گی اور نہ جانے کیا

---

[1] مختصر بخاری کتاب النکاح باب غیرة النساء ووجدهن

کیا کچھ کہہ جاتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ بیوی کا ناراض ہونا بھی ایک ادا ہے اور بعض دفعہ جھکاؤ کی پالیسی اور محبت بھرے بول بیوی کی ناراضگی کو یوں کافور کر دیتے ہیں کہ اس کی آنکھوں میں محبتوں کے دیپ جھلملا اٹھتے ہیں۔

۴ آپ کے منہ سے بو آ رہی ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیرینی اور شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی بیویوں کے پاس جاتے، کسی کے قریب ہوتے۔ ایک دفعہ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہاں اپنے معمول سے زیادہ وقت قیام فرمایا اس لئے مجھے غیرت آئی۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو مجھے کہا گیا کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے میکے سے کسی عورت نے چمڑے کے مشکیزے میں کچھ شہد بطور تحفہ بھیجا تھا، جس میں سے کچھ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پلایا۔ میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم! میں ضرور کچھ حیلہ کروں گی۔ لہٰذا میں نے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو کہنا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکار کریں گے تو پھر کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ حفصہ نے مجھے کچھ شہد پلایا تھا تو کہنا شاید اس شہد کی مکھی نے درخت عرفطہ کا عرق چوسا تھا اور میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ تم بھی یہی کہنا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سودہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی آ کر میرے دروازے پر کھڑے ہوئے ہی تھے میں نے تمہارے ڈر سے ارادہ کیا کہ ابھی سے پکار کر آپ سے وہ کہہ دوں جو تم نے کہا تھا۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے قریب پہنچے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' تو انہوں نے دوبارہ عرض کیا پھر آپ کے منہ سے مجھے بو کیسی آتی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔ تب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ شاید اس کی مکھی نے عرفطہ کا رس چوسا ہوگا۔ پھر آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی

آپ سے یہی کہا۔ پھر جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ چنانچہ جب آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس دوبارہ تشریف لے گئے تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو شہد اور پلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے شہد کی ضرورت نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو شہد سے محروم کر دیا ہے۔ میں نے اس سے کہا خاموش رہو۔[1]

جب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں کے اس منصوبے کا پتہ چل گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی اتنا سخت نوٹس نہیں لیا کہ ان سے لڑ پڑے ہوں بلکہ انہیں احسن انداز سے سمجھایا۔ اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اپنی بیویوں کی دلداری کس قدر مطلوب تھی کہ ان کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز شہد کو چھوڑ دیا کہ منہ سے بو نہ آئے۔ یہی تو ناز برداریاں ہیں۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پاکیزہ جسم کے مالک تھے کہ آپ کا پسینہ مبارک بھی خوشبودار تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ان سے کسی نے پوچھا:

بِاَیِّ شَیْءٍ کَانَ یَبْدَأُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ بَیْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ[2]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ فرمایا مسواک کرتے۔''

یہ میرے اور آپ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز حیات تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تمباکو نوشی یا نشہ آور اشیاء سے منہ کو بدبودار کرنے سے آپ کی اہلیہ کو سکون ملے گا یا اسے ذہنی الجھن ہوگی؟ اگر آپ کے منہ سے ناگوار قسم کی بو کی بجائے کوئی خوشبو آئے تو یقیناً آپ کی رفیقہ حیات کو فرحت محسوس ہوگی۔

۴ بیوی کی خاطر:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر

---

۱ مختصر بخاری کتاب الطلاق باب لم تحرم ما احل الله لك

۲ صحیح سنن نسائی کتاب الطهاره باب السواك كل حين

گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش کے لئے قیام فرمایا تو دوسرے لوگ بھی آپ کے ہمراہ ٹھہر گئے۔ وہاں کہیں پانی نہ تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ نے کیا کیا؟ رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو ٹھہرا لیا اور یہاں پانی بھی نہیں ملتا اور نہ ہی ان کے پاس پانی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھے محو استراحت تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم نے رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو یہاں ٹھہرا لیا حالانکہ ان کے پاس پانی نہیں ہے اور نہ ہی اس جگہ دستیاب ہو سکتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ پر ناراض ہوئے اور جو اللہ کو منظور تھا (برا بھلا) کہا نیز میری کوکھ میں ہاتھ سے کچوکا لگانے لگے لیکن میں نے حرکت اس لئے نہ کی کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک تھا۔ صبح کے وقت جب اس بے آب مقام پر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیات تیمّم نازل فرمائیں' چنانچہ لوگوں نے تیمّم کر لیا۔ اس وقت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بولے اے آل ابوبکر! یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس اونٹ پر میں سوار تھی، ہم نے اسے اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔[1]

ہار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گرا تھا' نبی ﷺ سے نہیں۔ آپ انہیں ڈانٹتے ہوئے کہہ سکتے تھے تو اپنے سامان کی حفاظت نہیں کر سکتی؟ اب تیری خاطر میں سارا قافلہ روک لوں؟ قربان جایئے آپ ﷺ نے اپنی بھولی سی بیوی کو ڈانٹنے کی بجائے پورے قافلے کو روک لیا۔ شوہر کا اس طرح سے رک جانا ہی بیوی کو سمجھانے کیلئے کافی ہوتا ہے۔ لڑنے جھگڑنے کی بجائے آپ ان کی ران پر سر رکھ کے سو گئے اور پھر بیوی کی محبت کا یہ منظر بھی ملاحظہ فرمایئے کہ وہ اپنے والد گرامی قدر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کچوکے لگانے سے بھی حرکت نہیں کر رہیں کہ کہیں شوہر بے آرام نہ ہو۔ ایسے مثالی کردار پر پھر اللہ کی رحمتوں کے دروازے نہیں کھلیں گے تو اور کیا ہوگا؟

۵ شام تک بات نہیں کرتی:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] مختصر بخاری کتاب التیمم باب فلم تجدوا ماء

ہم اہل قریش کا یہ قاعدہ تھا کہ عورتوں کو اپنے دباؤ میں رکھتے (یعنی ان کے ساتھ برتاؤ اور رویہ سخت ہوتا۔ ان کے ناز نخرے نہ اٹھاتے) جب ہم مدینہ میں آئے تو دیکھا کہ انصاریوں کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کا رنگ دیکھ کر ان کی چال چلنا شروع کی۔ ایک بار ایسا ہوا کہ میری بیوی زینب بنت مظعون نے بھی مجھ کو جواب دیا۔ میں نے اس کو للکارا، ہائیں جواب دیتی ہو؟ اس نے کہا کیوں جواب دینا تم کو ایسا برا معلوم ہوا۔ اللہ کی قسم نبی ﷺ کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور کوئی کوئی تو ایسا کرتی ہے سارا دن آپ سے غصے رہ کر شام تک آپ سے بات نہیں کرتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات سن کر میں گھبرا گیا اور میں نے کہا جو کوئی ایسا کرتی ہے وہ ناکام ہوگئی، خیر میں نے کپڑے پہنے اور اپنے گاؤں سے اتر کر پہلے حفصہ کے پاس گیا۔

میں نے کہا حفصہ میں نے سنا ہے تم لوگ نبی ﷺ کو دن بھر رات تک غصے میں رکھتی ہو۔ آپ سے سوال جواب کرتی ہو۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیوں اپنی خرابی کے پیچھے پڑی ہے۔ دیکھ تباہ ہو جائے گی کیا تجھ کو ڈر نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے غصے سے اللہ تعالیٰ کا غضب اترتا ہے۔ اللہ کا غضب اترا تو پھر تو ہلاک ہو جائے گی، نبی ﷺ سے بہت چیزیں مت مانگا کر۔ نہ آپ سے کسی بات میں سوال جواب کر اور نہ آپ سے خفا ہو کر بات کرنا چھوڑ۔ تجھے جو درکار ہو مجھ سے مانگ۔ کہیں تو اپنی جوڑ والی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر دھوکا مت کھا۔ بات یہ ہے کہ وہ رہی خوبصورت، دوسرا یہ کہ نبی ﷺ کو اس سے محبت بہت ہے۔ اتنی محبت تجھ سے تھوڑی ہے تو اس کی ریس مت کر۔[1]

نبی کریم ﷺ کی بے مثال اور ہمارے لیے واجب الاطاعت ازدواجی زندگی کا یہ وہ پہلو ہے جو ہم مردوں پر عیاں ہے لیکن ہم اسے اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ ایسے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہمارے لیے خاصا دشوار ہے۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ بہت سے پڑھے لکھے افراد کا اپنے اہل خانہ سے سلوک ناگفتہ بہ ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کے سامنے سیرت النبی ﷺ کے یہ اوراق جگمگا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی جھوٹی انا کی خاطر اپنی

---

[1] صحیح بخاری کتاب النکاح باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها

اہلیہ کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف ان کے گھر برباد ہوتے ہیں بلکہ معاشرے میں بھی دین دار افراد کا وقار مجروح ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اسوہ تو ملاحظہ فرمایئے کہ آپ شام تک اپنی بیوی کی ناراضگی برداشت کر لیتے اور سیخ پا نہ ہوتے۔ ان سب واقعات میں ان مردوں کیلئے سبق ہے جو ہمہ وقت ایک طنطنے میں رہتے ہیں اور بیوی کی زبان سے ہلکی سی خلاف طبع بات سننا برداشت نہیں کرتے اور بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں۔ خود کو حاکم اور بیوی کو محکوم گردانتے ہیں اور بیوی کو یہی بات سمجھانے کیلئے تلملاتے ہوئے زندگی گزار دیتے ہیں اور عمر بھر نہ خود سمجھتے ہیں اور نہ بیوی کو سمجھا پاتے ہیں۔ بیوی کی مناسب حد تک ناز برداریاں اٹھانا اپنی غیرت کے منافی سمجھتے ہیں اور باہر ہر کسی سے اپنی بیوی کا رونا روتے ہوئے غیرت کی دھجیاں اڑاتے پھرتے ہیں۔ کبھی یہ بیوی کو چھوڑنے کیلئے فتوے ڈھونڈتے ہیں تو کبھی سسرال والوں کو کوستے ہیں۔

ایسے سب مرد اپنے گھروں کو خوشیوں کا گہوارا بنا سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اپنی بیوی سے چند محبت بھرے بول بولتے ہوئے ذرا اس کے ناز اٹھا کے تو دیکھیں۔ جواب میں بیوی بھی آپ کے ناز اٹھائے گی۔ آپ اس کے دو ناز اٹھائیں گے، وہ آپ کے بیس ناز اٹھائے گی۔ آپ عورت کی فطرت سے واقف نہیں۔ وہ جس سے محبت کرتی ہے، پھر دل و جان سے اس پر فدا ہوتی ہے۔ آپ اپنی بہنوں کے ساتھ بھی تو لاڈ پیار سے پیش آتے ہیں۔ ان کے بھی تو ناز اٹھاتے ہیں۔ آخر آپ کی بیوی بھی تو کسی کی بہن ہے، کسی کی بیٹی ہے۔ انصاف کرنے کی کوشش تو کیجئے۔ اگرچہ انصاف کچھ مشکل ضرور ہے لیکن ناقابل عمل تو نہیں۔ آپ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کا ایک مقصد ہی ذہن میں رکھ لیں کہ آپ نے اپنے گھر کو جنت ارضی بنانا ہے۔

اگر اس عظیم مقصد کے لیے اللہ کی بندی یعنی اپنی بیوی کے کچھ مطالبات مان لیے، اس کی خوشی کی خاطر کبھی اپنے مزاج کے منافی کوئی کام کر لیا، تو کیا ہوا؟ یہ بھی تو دیکھئے کہ آپ کو اس سے حاصل کیا ہو رہا ہے؟ آپ کی زندگی جو ناکام ہو چکی تھی، روزانہ کی چخ چخ سے آپ کو نجات مل جائے گی، اس سے زیادہ اور کیا چاہئے اور اس کے لیے آپ کو قیمت کیا ادا کرنا پڑ رہی

ہے؟ محض اپنے مزاج کے خلاف چلنا پڑ رہا ہے، بیوی کا کوئی مطالبہ ماننا پڑ رہا ہے۔ آپ کوئی جائیداد تو اس کے نام نہیں لگا رہے، نہ اس کو لاکھوں کا بینک بیلنس تحفے میں پیش کر رہے ہیں۔ صرف اور صرف اس کی دلجوئی کر رہے ہیں، اس کے جذبات واحساسات کا خیال کر رہے ہیں۔ اس کے عوض جو کچھ آپ کو مل رہا ہے، کیا یہ اس کی قیمت ہے؟ قطعاً نہیں۔ آپ بہت کچھ حاصل کر رہے ہیں اور نہایت معمولی داموں پر۔ اس لیے اپنی انا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، اپنی مردانگی کے نشے سے نکلئے۔ اپنی اہلیہ کی کڑوی کسیلی یا غصے سے بھری ہوئی تلخ گفتگو بھی کچھ دیر کے لیے برداشت کر لیں۔ فائدہ آپ کا ہی ہوگا۔ یقین نہیں تو آزما کر دیکھ لیں۔

۶ آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گی:

واقعہ افک، جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن پریشانی اور ذہنی اذیت میں گزار کے ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمانے لگے:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ لہٰذا اگر اس سے بری ہو تو عنقریب اللہ تمہیں بری کر دے گا اور اگر تم گناہ سے آلودہ ہو چکی ہو تو اللہ سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو کیونکہ بندہ اگر اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو ختم فرما چکے تو دفعتاً میرے آنسو خشک ہو گئے حتی کہ ایک قطرہ بھی نہ رہا اور میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں؟

پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا جواب دیں جو آپ نے فرمائی ہے۔ انہوں نے بھی یہی کہا: ''اللہ کی قسم! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہوں؟ پھر میں نے کہا حالانکہ میں ایک کمسن لڑکی تھی اور زیادہ قرآن بھی نہ پڑھتی تھی۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ نے لوگوں سے وہ بات سنی ہے جس کا لوگ چرچا کر رہے ہیں اور وہ آپ کے دل میں جم گئی ہے اور آپ نے اسے سچ سمجھ لیا

ہے اور اگر میں آپ سے کہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ میری برأت کو خوب جانتا ہے تو آپ لوگ مجھے سچا نہ جانیں گے اور اگر آپ کی خاطر میں کسی بات کا اقرار کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں۔ یقیناً میری اور آپ کی وہی مثال ہے جو یوسف علیہ السلام کے باپ کی تھی جس پر انہوں نے کہا تھا ''بس اچھی طرح صبر کرنا ہی میرا کام ہے اور تم جو باتیں بنا رہے ہو، ان میں اللہ ہی میرا مددگار ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اپنے بستر پر کروٹ لی اور مجھے امید تھی کہ اللہ ضرور مجھے بری کرے گا مگر اللہ کی قسم! مجھے یہ خیال تک نہ تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہوگی۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھتی تھی کہ قرآن میں میرے معاملے کا ذکر ہوگا بلکہ مجھے اس بات کی امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق کوئی خواب دیکھیں گے اور وہ خواب میری براءت کردے گا۔ پھر اللہ کی قسم! آپ ابھی اس جگہ سے الگ بھی نہ ہوئے تھے اور نہ اہل خانہ میں سے کوئی باہر نکلا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی اور وہی حالت آپ پر طاری ہوگئی جو نزول وحی کے وقت ہوا کرتی تھی، یعنی سردیوں میں بھی آپ کی پیشانی سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ اس وقت مسکرا رہے تھے اور سب سے پہلے جو الفاظ آپ نے مجھ سے فرمائے، وہ یہ تھے: عائشہ! تم اللہ کا شکر ادا کرو بے شک اللہ نے تمہیں بری کردیا ہے۔ میری ماں نے مجھ سے کہا:

قُومِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ: لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُومُ إِلَيْهِ، وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ [1]

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو جاؤ یعنی ان کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا نہیں نہیں اللہ کی قسم! میں آپ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور نہ اللہ کے علاوہ کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔

ظاہر میں یہ لفظ بہت سخت ہے کہ میں نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھ کر جاؤں گی اور نہ آپ کا شکریہ ادا کروں گی اور یہ الفاظ کہے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر جا رہے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] مختصر صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعديل النساء بعضهن بعضا

اس پر بالکل ملال نہ کیا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ یہ روٹھی ہوئی بیوی کا انداز محبوبانہ ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسے الفاظ کیوں کہے، ان کا سبب کیا تھا؟ اس کا سبب وہی ناز تھا جو بیوی کو شوہر سے تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے اور شریعت نے عورتوں کی اس قسم کی باتوں پر جو وہ کہہ دیں، کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ اگر عورت کو ناز کا حق نہ ہوتا تو نبی ﷺ اپنی بیوی کو اس بات پر ضرور تنبیہ فرماتے۔ اس لیے کہ ظاہر میں یہ کلمہ نہایت سخت تھا۔ پس ہمیں غور کرنا چاہئے کہ بیوی کا روٹھ جانا بھی اس کی ایک ادا ہے۔ ایسے موقع پر اس کی دلداری کے لیے آپ کو کچھ سننا پڑ جائے تو اسے تعلق داری کا ناز سمجھ لیجئے۔ یہ اس کی نافرمانی نہیں ہے۔ جب نبی ﷺ نے اس کو نافرمانی نہیں سمجھا تو ہمیں بھی اسے ناز و ادا ہی سمجھنا چاہیے۔

⑦ میری بیوی نے مجھے حکم دیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم قرار دیا ہے، لیکن یہ حاکمیت ایسی نہیں ہے جو ایک ظالم بادشاہ کو کمزور لکڑہارے پر ہوتی ہے بلکہ یہ حاکمیت بادشاہ اور وزیر والی ہے کہ بادشاہ حکومت کے معاملات چلانے کے لیے وزیر پر بے جا حکم نہیں چلاتا بلکہ مشاورت سے کام لیتا ہے۔ اگر مرد یہ کہہ دے کہ میری بیوی نے مجھے یہ مشورہ دیا ہے تو اس سے اس کی مردانہ شان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، بلکہ بیوی کے دل میں اس اعتبار سے اس کی قدر بڑھ جائے گی کہ اس کا شوہر نہ صرف یہ کہ اسے اہمیت دیتا ہے، بلکہ اس کے صحیح مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ ایک طرف ہم کہتے ہیں کہ شیطان بھی اچھی بات کہے تو وہ رد نہ کی جائے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس نے آیۃ الکرسی کے متعلق بتایا تھا اور دوسری طرف بیوی اگر صحیح بات کہتی ہے تو اس کو اتنا رتبہ بھی نہیں دیتے۔ صحابہ تو نبی ﷺ کی مجلس میں بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ میری بیوی نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

أَعْطَانِي أَبِيْ عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّيْ أَعْطَيْتُ اِبْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِيْ أَنْ أُشْهِدَكَ يَارَسُوْلَ

اللّٰهِ، قَالَ: (أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا؟) قَالَ: لَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُم) قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ[1]

''میرے والد نے مجھے کچھ عطیہ دیا تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بناؤ، لہٰذا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو، جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے، کچھ عطیہ دیا ہے۔ تو مجھے (میری بیوی نے) حکم دیا ہے کہ اس پر میں آپ کو گواہ بنالوں۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اتنا ہی دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میرے والد لوٹ آئے اور انہوں نے مجھے دی ہوئی وہ چیز واپس لے لی۔''

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے والد نے صاف لفظوں میں کہا ''میری بیوی نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس پر آپ ﷺ کو گواہ بنالوں۔'' اور نبی ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا مذاق اڑایا۔ نہ انہیں کسی نے رن مرید کہا اور نہ صحابی نے بیوی کی بات مانتے ہوئے اس پر عمل کرنے کو اپنی توہین سمجھا۔ اس لیے جاننا چاہئے کہ مرد کی حاکمیت کا مطلب کیا ہے۔ وہ عورت کو مشیر کا درجہ دے، ملازمہ کا نہیں۔ کتنے ہی ایسے مرد ہیں جو خود تو گھر میں بھیگی بلی بنے رہتے ہیں اور دوسروں کو مشورہ یہ دیتے ہیں کہ بیوی کو اپنی مونچھ کے نیچے رکھنا چاہیے۔ اس کو کسی نہ کسی معاملے میں محتاج رکھ کر رلاتے رہنا چاہیے، عورت تو پاؤں کی جوتی ہے، اس کو پاؤں کے نیچے ہی رکھنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ مشاہدے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسے مرد خود بھی ساری عمر گھریلو معاملات میں پاؤں کا جوتا ہی بنے رہتے ہیں۔ کبھی عورت پاؤں کی جوتی ہوتی ہے تو کبھی مرد عورت کا جوتا ہوتا ہے۔ اسی جوتا جوتی میں زندگی گزر جاتی ہیں، جس کے اولاد پر انتہائی منفی اثرات پڑتے ہیں۔ گھریلو معاملات میں کچھ مانو اور کچھ منواؤ

---

[1] مختصر بخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب: الاشهاد في الهبة

کا اصول چلتا ہے۔ جو بندہ یہ ذہن رکھتا ہے کہ ہمیشہ منواؤ اور کچھ نہ مانو تو وہ گھریلو زندگی میں کامیاب ہو پاتا ہے نہ معاشرتی زندگی میں۔ زندگی کا چین وسکون اور معاشرتی اقدار کا استحکام ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے اصول پر قائم ہے۔ جس نے اس اصول کو سمجھ کے اس پر عمل شروع کر دیا، اس کی خوشگوار گھریلو زندگی کا آغاز ہو جائے گا۔

اس لیے میں اپنے بھائیوں سے یہ کہوں گا کہ ازدواجی زندگی میں اعتدال کی راہ اپنائیے۔ یہ اعتدال اور میانہ روی ہی اس کا حسن ہے۔ اپنی اہلیہ کو عزت و وقار دیں۔ اگر آپ اپنی اہلیہ کی عزت نہیں کریں گے، تو آپ کے اعزہ واقارب کی نگاہوں میں بھی اس کی وقعت نہیں رہے گی۔ اس کی عزت آپ کی عزت ہے۔ اس کا وقار آپ کا وقار ہے۔ وہ شوہر جو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے، ان کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں، ان پر تشدد سے بھی گریز نہیں کرتے، ان کے ساتھ غیر انسانی رویہ رکھتے ہیں، انھیں اپنے طرز عمل پر خوب غور کرنا چاہیے۔ اپنی اصلاح کرنی چاہیے کہ اس میں خوشگوار ازدواجی زندگی کا راز پنہاں ہے۔

غصہ خوشیوں کا قاتل

خوشی ایک مہکتا ہوا پھول ہے جس میں گلاب اور موتیے جیسی خوشبو رچی بسی ہوتی ہے، خوشی کبھی آنکھوں سے جھانکتی ہے تو کبھی لبوں پہ کھلکھلاتی ہے، خوشی اور مسکراہٹ ہی زندگی کی رم جھم ہیں اور غصہ خوشیوں کے مہکتے چمن میں خزاں کی ویرانی اور اداسی بکھیر دیتا ہے، دمکتے رخساروں سے زندگی نچوڑ لیتا ہے۔ جب غصہ انتہاء کو پہنچے تو گھر ٹوٹتے ہیں اور کئی خاندان بکھر جاتے ہیں۔ غصہ قربتوں کو دوریوں میں بدل دیتا ہے، شہد بھرے پیالوں میں زہر گھول دیتا ہے، محبتوں کو نفرتوں میں بدل دیتا ہے، اگر آپ خوشگوار زندگی چاہتے ہیں تو غصہ نہ کیجئے، اپنے مزاج کو ٹھنڈا رکھیے۔ جوش کی بجائے ہوش سے کام لیجیے۔ غصے میں شیطان انسان پر حاوی ہو جاتا ہے اور اسے جس طرف لگانا چاہے لگا دیتا ہے۔ گھریلو معاملات میں غصے والی بات پر بندہ تحمل اور سوچ بچار سے کام لے تو یہ اس کا صبر کہلائے گا اور صبر کا اجر عظیم ہے۔

ازدواجی زندگی میں صبر بعض اوقات بڑے حادثے یا ٹکراؤ سے بچا دیتا ہے۔ اس کی مثال آپ یوں سمجھیں کہ ایک سڑک پر کوئی موٹر سائیکل سوار تیزی سے جا رہا ہے۔ اچانک بغلی سڑک سے ایک گاڑی سامنے آ جاتی ہے۔ موٹر سائیکل والا کسی نہ کسی طرح بریک لگا لیتا ہے اور حادثے سے بچ جاتا ہے نہ گاڑی کا نقصان ہوا اور نہ موٹر سائیکل کا لیکن بچاؤ کے بعد صورتحال یہ بنتی ہے کہ دونوں ہی اپنی اپنی سواری سے اترتے ہیں اور ایک دوسرے کے سامنے تن کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پہلے خونخوار نظروں سے ایک دوسرے کو گھورتے ہیں اور پھر تیز جملوں کا تبادلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایک حادثے سے قدرت نے انہیں بچا دیا تھا لیکن اب اگر وہ غصہ ترک نہیں کریں گے تو ایک نیا حادثہ جنم لے لے گا۔ گھریلو مسائل میں بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔

بعض اوقات بیوی اچانک کوئی ایسا کام کر بیٹھتی ہے جس سے مرد کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اب مرد اگر غصے کو پی لے گا اور صبر کرے گا تو معاملہ اسی جگہ ختم ہو جائے گا

نہیں تو گاڑیوں کے ڈرائیوروں کی مانند ان کا تصادم ہوگا، تیز جملوں کا تبادلہ ہوگا اور پھر شدید ذہنی تناؤ میں لڑائی کا اختتام ہوگا۔ جس میں محبتوں کے کئی پھول مسلے جا چکے ہوں گے اور کتنے ہی ارمانوں کا خون ہو چکا ہوگا۔ لیکن اگر آپ یہ کہتے کہ آؤ ہم مل بیٹھ کر اس معاملے پر غور کرتے ہیں، ہم میں کوئی زیادہ اختلاف نہیں، ہم میں صرف ایک دو امور پر اختلاف ہے جبکہ باقی تمام امور پر ہمارے درمیان اتفاق رائے ہے۔ اگر ہمارے اندر اختلاف دور کرنے کا حوصلہ اور خواہش ہے تو پھر ہم انہیں بخوبی اور خوش اسلوبی سے دور کر سکتے ہیں۔ یاد رکھیے! اختلاف کے وقت جھگڑنا مزید کئی اختلافات کو جنم دیتا ہے اور یوں معاملہ سلجھنے کی بجائے الجھ جاتا ہے۔ غصے پر قابو پالینا درحقیقت لڑائی جھگڑے کی دہکتی ہوئی آگ پر پانی ڈال دینا ہے۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے پوچھا:

فَمَا تَعُدُّوْنَ الصُّرْعَةَ فِيْكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِی لَایَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَيْسَ بِذٰلِكَ وَلٰكِنَّهُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَالْغَضَبِ۔[1]

''تم اپنے درمیان پہلوان کس کو شمار کرتے ہو؟ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے کہا پہلوان وہ ہے جس کو مرد نہ پچھاڑ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پہلوان نہیں بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو پالے۔''

یعنی بہادری اس بات کا نام نہیں کہ انسان غصے کے حیوانی جذبات سے مغلوب ہو جائے اور دوسرے فریق کو پنجہ مار دے بلکہ بہادری یہ ہے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور ضبط و تحمل کا مظاہرہ کرے۔ شیخ سعدی لکھتے ہیں:

''ایک صاحب دل نے ایک پہلوان کو دیکھا۔ غصے سے بھرا ہوا اور منہ سے جھاگ پھینکتا ہوا۔ درویش نے پوچھا اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا فلاں آدمی نے اس کو گالی دی ہے۔ اس نے کہا یہ کئی من کا پتھر اٹھا لیتا ہے اور ایک بات برداشت نہیں کر سکتا۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصله والادب باب فضل من یملك نفسه عندالغضب

گرت از دست بر آید دہنے شیریں کن
مردی آں نیست کہ مشتے بزنی بر دہنے

اگر تجھ سے ہو سکے تو کسی منہ کو میٹھا کر، بہادری یہ نہیں کہ تو کسی منہ پر مکا مار دے۔

بیوی پر غصہ اتارنا اور اس کو ڈرانا دھمکانا بیوی کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ عدم تحفظ کا شکار ہے۔ جب وہ خود کو اپنے ہی گھر میں غیر محفوظ سمجھے گی تو شوہر اس کے دل میں جگہ نہیں بنا سکے گا۔ بیوی کو دبا کر رکھنا، اس پر غالب رہنا کوئی کمال نہیں۔ کمال اور مردانگی کی بات تو یہ ہے کہ اس کی کڑوی کسیلی سن لے اور برداشت کر جائے۔ اس سے انتقام نہ لے۔ عورت سے انتقام لینا، اسے مار پیٹ کرنا مردانگی نہیں کمینہ پن ہے۔ عورت کو اللہ تعالیٰ نے ایسا پیدا فرمایا ہے کہ آدمی اس کے بغیر رہ بھی نہیں سکتا اور اسے مکمل طور پر اپنے زیر اثر رکھنا بھی مشکل ہے، شاید اس کا مقصد مرد کی اصلاح ہے۔

عورت کی مثال آپ یوں سمجھیں کہ پیغمبروں نے بکریاں چرائی ہیں اور سب سے مشکل کام بکریاں چرانا اور انہیں سنبھالنا ہے۔ یہ پیغمبروں کی تربیت تھی اور عمومی طور پر مردوں کی اصلاح کیلئے انہیں بیوی کی ذمہ داری سونپی ہے۔ جیسے بکری بھاگتی بہت ہے، چرواہے کو تنگ زیادہ کرتی ہے اور وہ اس پر غصہ بھی نہیں اتار سکتا کہ اس کو لاٹھی زور سے مارے گا تو ٹانگ ٹوٹ جائے گی اور ایک بڑی مصیبت گلے پڑ جائے گی جبکہ بھینس اگر تنگ کرے تو اسے دو چار لاٹھیاں لگانے سے اس کا دماغ سیدھا ہو جاتا ہے اور بندے کا غصہ بھی اتر جاتا ہے۔ بکری ایسا نازک جانور ہے جو بار بار غصہ دلاتا ہے مگر سختی برداشت نہیں کر سکتا۔ انسان اگر غصے سے بھرا ہوا اور غصہ نہ نکال سکے تو اس سے اس کی اصلاح ہو گی، صبر و تحمل کا مادہ پیدا ہو گا اور یہی صبر و تحمل کی مشق انبیاء کرام علیہم السلام سے بکریاں چروا کے کروائی گئی۔ جیسے انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چراتے ہوئے اس نازک جانور کا خیال کیا اور اس پر غصہ نہیں اتارا، یہی طریقہ مرد کو اپنے گھر میں بیوی کے معاملے میں اپنانا ہو گا۔

عورت اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہے۔ اس سے نہ چاہتے ہوئے بھی بعض اوقات

ایسے کام ہوتے رہیں گے جو آپ کو اشتعال دلائیں گے۔ آپ برداشت اور صبر وتحمل کے لئے خود کو تیار رکھیں اور کسی بھی غصہ کے موقع پر ضبط نفس سے کام لیتے ہوئے بیوی کو شفقت سے سمجھائیں۔ بیوی بھی آخر انسان ہے۔ بار بار غلطیوں پر آپ کے صبر وتحمل سے سمجھانے کا اثر ضرور قبول کرے گی اور آپ خود بھی تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مثبت اثرات دیکھنے لگیں گے اور جب کبھی آپ مضطرب اور بے قرار ہوں تو اپنے شکوے شکایت رب تعالیٰ سے کیا کریں۔ ہدایت اور اصلاح کے معاملے رب تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جب چاہے دلوں کو پھیر دے۔ غصے میں بھی چند اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تو کبھی بات زیادہ نہیں بڑھے گی۔ اسی ضمن میں چند باتیں ہم درج کرر ہے ہیں۔

① آج آپ بولئے:

اگر بیوی غصے میں آجائے تو خاوند کو دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے خاموش رہنا چاہیے۔ اگر بیوی بھی یہ عادت اپنا لے کہ آپ کے غصہ کے وقت وہ خاموش رہے تو پھر تو کیا ہی کہنے اور آپ بیوی کو اس کا عادی بنا سکتے ہیں۔ اس کیلئے آپ کو یہی کرنا ہوگا کہ پہل آپ کریں کہ جب بھی وہ بولے تو دل میں کہہ لیں آج آپ کی باری ہے۔ آپ بولیے اور جب وہ اپنے دل کا غبار نکال لے تو ٹھنڈے دل سے اس کو سمجھا دیں۔ اگر آپ کی غلطی ہے تو معذرت کرتے ہوئے تنگ دل نہ ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ تھوڑے ہی عرصے بعد آپ کی بیوی بھی یہی عادت اختیار کرلے گی۔ جھگڑا اس وقت پھیلتا ہے جب دونوں ہی بیک وقت غصے میں بول پڑیں۔ اگر دھاگہ دو افراد نے پکڑا ہو اور دونوں مل کر کھینچیں تو وہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر ایک کھینچے اور دوسرا ڈھیلا چھوڑ دے تو دھاگہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ اگر بیوی غصے میں آگئی ہے تو خاوند دھاگے کو ڈھیلا چھوڑ دے تھوڑی دیر بعد بیوی کا غصہ بھی جاتا رہے گا۔

② معمولی باتوں پر غصہ کرنے کی بجائے ان کا متبادل ڈھونڈیں:

بعض افراد بڑی معمولی معمولی باتوں پر غضبناک ہو جاتے ہیں اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو اتنا اچھالتے ہیں کہ بیوی کی زندگی تو عذاب بن جاتی ہے خود اپنی زندگی بھی برباد کر بیٹھتے

ہیں۔ بعض اوقات معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بیوی کبھی ناشتہ تیار نہ کر پائے یا فجر کی نماز پڑھ کے سو جائے اور جاگ نہ سکے تو بس اتنی سی بات پر گھر میں طوفان آ جائے گا۔ اس کے برعکس نبی ﷺ کا طرز عمل دیکھیے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور پوچھا:

هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذَنْ صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُهْدِيَ لَنَاحَيْسٌ فَقَالَ أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ۔[1]

''کیا تمہارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے؟ ہم نے کہا کچھ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر میں روزے سے ہوں، دوسرے دن پھر ہمارے پاس آئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں حیس (کھجور، گھی اور پنیر سے تیار کردہ حلوہ) ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ۔ میں صبح سے روزے سے تھا پھر آپ ﷺ نے کھایا۔''

یہ نفلی روزہ تھا اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب بندے نے صبح سے کچھ نہ کھایا پیا ہو۔ نبی ﷺ کو اگر ناشتہ تیار نہیں ملا تو آپ نہ جذباتی ہوئے اور نہ غصے میں آئے بلکہ صبر و شکر سے روزے کی نیت کر لی۔ آپ ﷺ نے ناشتے کا متبادل روزے کی شکل میں ڈھونڈ لیا۔

ایسے ہی ہم معمولی باتوں پر غصے ہونے کی بجائے اس کا متبادل راستہ تلاش کر سکتے ہیں۔ میں ایک ایسے بھائی کو جانتا ہوں جس کی بیوی اس کیلئے ناشتہ تیار نہیں کرتی لیکن اس نے شکوہ شکایت کرنے کی بجائے اس کا حل یہ نکالا کہ گھر میں سیب لا کر رکھ لئے۔ وہ صبح ناشتے میں دو سیب اور ایک گلاس دودھ پی لیتا ہے۔ یہ اس کا ناشتہ ہو گیا، اب اسے بیوی کو ناشتہ بنانے پر مجبور کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور بیوی نے اس کا بدلہ اس طرح دیا کہ دوپہر کا کھانا شوہر کے آنے سے پہلے تیار کر کے رکھتی ہے اور اس وقت تک ایک لقمہ بھی منہ میں نہیں ڈالتی، جب تک اس کا شوہر اس کے ساتھ شریک نہیں ہو جاتا۔ ہم بیوی کی طرف سے بعض محرومیوں پر

---

[1] صحيح مسلم كتاب الصيام باب جواز صوم النافلة بنية من النهار قبل الزوال

کڑھنے کی بجائے اس کا کوئی مناسب حل نکال سکتے ہیں۔ایک ایسا حل جو بیوی کیلئے آسانی پیدا کردے، ہماری محرومی اور پریشانی کا مداوا ہو جائے اور جب آپ بیوی کیلئے آسانی کریں گے تو بیوی بھی آپ کے قریب ہو جائے گی۔

۳ غصہ دلانے سے بھی پرہیز کریں:

بعض افراد بیوی کے ناروا رویے اور بدزبانی پر نالاں رہتے ہیں اور اس کی بھڑاس یوں نکالتے ہیں کہ بیوی پر برستے رہتے ہیں اور طعنہ زنی کے ساتھ ڈھونڈ ڈھونڈ کے ایسی باتیں کرتے ہیں جو دل جلانے اور غصہ دلانے کا باعث بنتی ہیں۔ایسی باتیں دو کام کرتی ہیں، ایک تو بیوی کے دل کو ٹھیس پہنچاتی ہیں اور اسے دکھ میں مبتلا کرتی ہیں اور دوسرا یہ کہ بحالت اشتعال بیوی کے منہ سے بھی ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جو جلتی پر تیل کا کام کرتی ہیں، سکون کا باعث نہیں بنتیں اور یوں گھر میں ہر وقت چخ چخ چلتی رہتی ہے۔رونا پیٹنا اور ایک دوسرے کو کوستے رہنا اس گھر کا ماحول بن جاتا ہے۔غصہ دلانا غصہ کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔اسے کانٹوں کے جواب میں پھول ہی پیش کرنے چاہئیں۔آیئے! غصے کے متعلق نبی ﷺ کے چند فرامین پڑھ لیں۔آپ ﷺ حکیم کائنات تھے اور آپ کے فرامین گھریلو خوشیوں کے ضامن ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ جُرْعَةٍ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَاللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۔[1]

''کسی شخص نے اللہ عزوجل کے نزدیک اس سے بہتر کوئی چیز نہیں نگلی جتنا کہ اس نے محض اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لیے اپنا غصہ پی لیا ہو۔''

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

---

1. سنن ابن ماجه، الزهد، باب الحلم، حديث : 4189، قال الشيخ الالبانی صحيح
2. سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب من كظم غيظا، حديث : 4777۔قال الشيخ الالبانی حسن

عَلٰی رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَهُ مِنْ أَیِّ الْحُوْرِ الْعِیْنِ شَاءَ۔[۲]

''جو شخص اپنے غصے کو دبا لیتا ہے باوجود یکہ وہ اس کے اظہار پر پوری طرح قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے روزِ محشر سب مخلوق کی موجودگی میں بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جو حور وہ چاہے پسند کر لے۔''

یہ احادیث غصے کا اظہار نہ کرنے اور اس پر قابو پانے کی اہمیت ظاہر کر رہی ہیں۔ غصہ روکنے یا دبانے کا مطلب یہ نہیں کہ اسے دل میں رکھا جائے یا اس کا نشانہ بننے والے شخص سے بغض اور کینہ رکھنا شروع کر دیا جائے، بلکہ غصہ روکنا دراصل یہ ہے کہ غصے والا رویہ نہ رکھا جائے اور دل کو اس سے بالکل پاک وصاف کرلیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات میں سے ایک یہ صفت بھی بتائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا مَاغَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ۔ (الشوریٰ:37)

''اور جب کبھی انہیں غصہ آ جائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے غصے پر قابو پانے کا طریقہ بھی سکھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا غَضِبَ أَحَدُکُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ۔[۱]

''جب تم میں سے کسی کو اس حالت میں غصہ آئے کہ وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے۔ اس طرح غصہ اتر جائے تو بہتر ورنہ وہ لیٹ جائے۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی نبی ﷺ کی موجودگی میں آپس میں جھگڑ رہے تھے، تو ان میں سے ایک آدمی شدید غصے میں آ گیا حتیٰ کہ مجھے گمان گزرا کہ اس کی ناک غصے کی تاب نہ لا کر ٹوٹ جائے گی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّی لَأَعْلَمُ کَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَایَجِدُ مِنَ الْغَضَبِ، فَقَالَ: مَاهِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّی أَعُوْذُبِكَ مِنَ

---

[۳] سنن ابی داؤد، الأدب، باب مایقال عندالغضب، حدیث: 4782وقال الشیخ الالبانی صحیح

الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، قَالَ: فَجَعَلَ مُعَاذٌ یَأْمُرُهُ فَأَبَی وَمَحِكَ وَجَعَلَ یَزْدَادُ غَضَبًا۔[1]

''میں ایک ایسا جملہ جانتا ہوں اگر یہ اسے دہرائے تو اسے اس غصے سے نجات مل جائے گی۔'' ایک صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ کہے: ﴿اَللّٰهُمَّ! إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ﴾ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ اس کو دہرائے، مگر اس نے انکار کیا اور جھگڑا جاری رکھا اور اپنے غصے کو بڑھاتا رہا۔''

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، حدیث :6114

وقت دیجیے......!!

بعض افراد بیوی بچوں کیلئے گھر میں ہر خوشی کا اہتمام کرتے ہیں۔ کھانے پینے کی ساری سہولتیں موجود ہوتی ہیں۔ گرمی سے بچاؤ کیلئے کمروں میں اے سی لگے ہوتے ہیں۔ بچوں کو مہنگے سکولوں میں داخل کرواتے ہیں۔ بیوی کے لباس پوشاک کا جہاں تک ہو سکے، خیال کرتے ہیں لیکن ان کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ بیوی کے دکھ سکھ میں حصہ لیں۔ بچوں کی خوشی کے لئے انہیں کسی پارک یا تفریحی مقام پر لے کر جائیں۔ ان کی مشینی زندگی ایسی ہوتی ہے کہ صبح دم نکلتے ہیں اور شام کو اس وقت لوٹتے ہیں جب بچے سو چکے ہوں۔ انہیں بیوی کے کاموں اور اس کی مصروفیات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور سمجھتے ہیں کہ گھر میں ہر سہولت دے کر ہم نے اس پر احسان کیا اور اس کو خوش کر دیا ہے اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ بیوی ان ساری آسائشوں کے باوجود شوہر کی توجہ چاہتی ہے۔

جب اسے یہ توجہ نہیں ملتی تو ایک احساس محرومی اس کے اندر پروان چڑھنے لگتا ہے، جو بیوی کے مزاج کو چڑچڑا بنا دیتا ہے اور بیوی کے بدلتے رویے کو دیکھ کے وہ بیوی کے درد و کرب کو جاننے کی بجائے یہ کہتے ہوئے اس پر برس پڑتے ہیں کہ میں نے تمہیں گھر میں ہر طرح کی سہولت مہیا کی ہے، تمہاری خاطر سارا دن خوار ہوتا ہوں اور تم مجھے توجہ نہیں دیتی۔ یہ میاں بیوی ساری عمر ایک دوسرے کی توجہ کی تلاش میں ہی رہتے ہیں اور اسی تشنگی میں سلگ سلگ کے زندگی گزار دیتے ہیں۔

غور فرمایئے! کیا ایسا جملہ بیوی کے دل میں محبتوں کے چراغ روشن نہیں کر دے گا ''میں آج آپ کے لیے جلدی گھر آ گیا ہوں، میرا دل چاہتا تھا کہ آج اپنی بیوی کے ساتھ کچھ وقت گزاروں''

صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ بات ملتی ہے کہ وہ بیوی کی خاطر بعض دفعہ جلدی گھر

آ جاتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلٰى بَعِيْرٍ قَطُوْفٍ فَلَحِقَنِيْ رَاكِبٌ مِّنْ خَلْفِيْ فَالْتَفَتُّ فَإِذَآ اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَايُعْجِلُكَ قُلْتُ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَبِكْرًا تَزَوَّجْتَ اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى تَدْخُلُوْا لَيْلًا اَيْ عِشَآءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ۔[1]

''میں ایک لڑائی (غزوہ تبوک) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب وہاں سے لوٹے تو میرا ایک اونٹ سست چل رہا تھا، میں چاہتا تھا مدینہ میں جلد پہنچوں، اتنے میں ایسا معلوم ہوا کہ کوئی سوار میرے پیچھے آن پہنچا، میں نے جو دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے پوچھا جلدی کیوں کر رہا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شادی کی ہے (اور اس وجہ سے چاہتا ہوں کہ گھر جلدی پہنچوں) آپ نے فرمایا: کنواری ہے یا ثیبہ؟ میں نے عرض کیا ثیبہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ارے کنواری سے کیوں شادی نہیں کی؟ وہ تجھ سے کھیلتی تو اس سے کھیلتا...... خیر۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے چاہا شہر میں داخل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا دم لو عشا کے وقت رات کو اپنے گھروں میں جاؤ تا کہ جس عورت کے بال پریشان ہوں، وہ کنگھی چوٹی کرے اور جس عورت کا خاوند غائب تھا، وہ پاکی کر لے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جلدی گھر جانے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ تبلیغی اعتبار سے دنیا میں سب سے مصروف ترین انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بیویوں کو وقت دیتے، ان کے ساتھ بیٹھتے، ان سے دل لگی کرتے، ان کو سفر کے دوران بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ وہ لوگ جو دین کی تبلیغ کے اہم

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب طلب الولد

فریضے کی خاطر مختلف شہروں اور ملکوں میں پھرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال سے بے خبر ہوتے ہیں، ان کا یہ عمل شریعت اسلامی کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ کیونکہ انسان کے بیوی بچے اس کی ذمہ داری ہیں۔ اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا کہ ان کی تعلیم وتربیت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کس حد تک کی؟ یہ بہت نادانی کی بات ہے کہ تبلیغی اجتماعات کی خاطر گھر والوں سے دوری اختیار کی جائے اور گھر والے روزمرہ ضروریات واخراجات کے لیے پریشان ہوں۔ ایسے لوگوں کی اولاد بسا اوقات یہ سوچتی ہے کہ یہ کیسا دین ہے کہ جس نے ہم سے ہمارا باپ دور کیا ہوا ہے۔ اس سوچ کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ان کی اولاد عموماً دین سے دور ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ مصروفیت کے باوجود بھی بیویوں کو وقت دینا اسوۂ نبوی ہے اور جو سب کچھ دیتے ہیں لیکن وقت نہیں دیتے، وہ اپنی بیوی کو خوش کر پاتے ہیں نہ اولاد کو۔ اس ضمن میں ہم ایک عبرت انگیز واقعہ ''ماہنامہ علم وآگہی'' سے نقل کر رہے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ بیوی بچے وقت نہ دیئے جانے کو کس شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ ایک والد اپنا حال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

آج جب میں دفتر سے گھر لوٹا تو رات کے دس بج رہے تھے۔ تھکاوٹ اور بیزاری سے برا حال تھا۔ گاڑی صحن میں کھڑی کرنے کے بعد اندر داخل ہوا تو اپنے سات سالہ بیٹے کو دروازے پر کھڑے پایا۔ عموماً میری بیوی میرے آنے سے پہلے ہی بچوں کو سلا دیتی ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ مجھے شور پسند نہیں۔ جب بیٹے سے ابھی تک جاگنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا: ''ابو! کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟'' ''پوچھو'' ''ابو! آپ ایک گھنٹے میں کتنے روپے کما لیتے ہیں؟'' میں نے غصے سے کہا کیوں؟ تم نے یہ جان کر کیا کرنا ہے؟

''ابو بتایئے نا، میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ ایک گھنٹے میں کتنے روپے کما لیتے ہیں؟''

میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا: ''یہی تقریباً سو روپے! بس یا کچھ اور بھی پوچھنا ہے؟''

میرے سوال پر اُس نے سر جھکا دیا۔ کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا اور کہنے لگا، مجھے پچاس روپے دے دیں۔‘‘ ’’افوہ! یہ مانگنے کا کونسا طریقہ ہے، تم نے کوئی فضول سا کھلونا لینا تھا تو ویسے ہی بتا دیتے، جاؤ جا کر سو جاؤ۔‘‘ ...... میرا غصہ دیکھ کر وہ تیزی سے اپنی کمرے کی طرف چلا گیا۔

کچھ دیر بعد مجھے خیال آیا کہ ہوسکتا ہے اسے پچاس روپے سے کچھ ضروری چیز خریدنی ہو یا کوئی اور بات ہو کیونکہ اس سے پہلے کبھی اس نے اس طرح مجھ سے رقم نہیں مانگی تھی۔ یہ سوچ کر میں اس کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ ابھی جاگ رہا تھا۔ میں نے نرم لہجے میں کہا: ’’بیٹا! میں تھکا ہارا آیا تھا، اس لیے تمہیں ڈانٹ دیا، یہ لو پچاس روپے۔‘‘

میرے ہاتھ میں نوٹ دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ ’’شکریہ ابو! آپ بہت اچھے ہیں۔‘‘ یہ کہہ کر وہ فوراً اپنے بستر کی طرف بڑھا اور تکیے کے نیچے سے کوئی چیز نکالی۔

مجھے یہ دیکھ کر پھر سے غصہ آ گیا۔ اس نے ہاتھ میں کچھ اور روپے پکڑے ہوئے تھے۔ وہ پھر بستر پر بیٹھا انہیں گننے لگا۔ میں نے کہا: ’’بیٹا! اگر آپ کے پاس پہلے سے روپے تھے تو آپ نے مزید کیوں لیے؟ یہ بری بات ہے۔‘‘

اس نے رقم گننی چھوڑ کر میری طرف دیکھا اور بولا ’’ابو! پہلے میرے پاس اتنے روپے نہیں تھے لیکن اب میں کرسکتا ہوں۔‘‘ ...... کیا کر سکتے ہو؟ میری بے چینی بڑھ رہی تھی۔

وہ کہنے لگا: ’’اب میرے پاس سو روپے ہیں۔ ابو! کیا میں آپ کے وقت میں سے ایک گھنٹہ خرید سکتا ہوں؟ ابو آپ کل جلد گھر آ جائیں، میں آپ کے ساتھ کھانا کھانا چاہتا ہوں۔ پھر ہم ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔ وہ بڑے جوش میں بول رہا تھا اور میں ساکت کھڑا سن رہا تھا۔

میں سوچنے لگا، معلوم نہیں مجھے اپنے بچوں کے ساتھ کھانا کھائے ہوئے

کتنے دن ہو گئے ہیں۔ میں نے تو کبھی یہ جاننے کی بھی کوشش نہیں کی تھی کہ میرے بچوں کو کیا چاہیے۔ میں تو جیسے مطمئن تھا کہ میرے بچے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے ہیں۔ انہیں ہر طرح کی سہولت میسر ہے لیکن آج ...... آج میرا بیٹا مجھ سے میرا ایک گھنٹہ وقت مانگ رہا تھا...... اسے اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ نہ کوئی سی ڈی نہ کوئی کھلونا، نہ کوئی اور شے، وہ تو مجھ سے میرا صرف ایک گھنٹہ وقت خرید رہا تھا...... صرف میرے ساتھ وقت گزارنے اور بہت سی باتیں کرنے کے لیے!

ہم میں سے اکثر لوگ روپیہ کمانے کی دوڑ میں یہ معلوم کرنا کیوں بھول جاتے ہیں کہ جن بچوں کے لیے یہ ساری بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، وہ خوش بھی ہیں یا نہیں؟ زندگی صرف روپے پیسے کا نام تو نہیں، کچھ لوگ ہیں جو ہمارے اپنے ہیں، انہیں ہماری ضرورت ہے۔ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ خوشیوں بھرے لمحے ہمارے ساتھ بسر کریں۔

پھر یہ سوچئے کہ اگر ہم کل کلاں مر جائیں تو سب سے زیادہ کون متاثر ہوگا؟ جہاں آپ کام کرتے ہیں، وہاں تو ہمارے مرنے کے بعد کوئی اور ہماری جگہ لے لے گا۔ مگر ہم جو اپنے پیارے پیچھے چھوڑیں گے وہ تو ساری زندگی ہماری کمی محسوس کریں گے۔ وقت ہمارے ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا ہے۔ کیا اس عالم میں ہم اپنوں کے لیے تھوڑا سا وقت بھی نہیں نکال سکتے ...... وہ اپنے جو ہم سے بے حد محبت کرتے ہیں......

آج میرے بیٹے نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ آپ بھی ضرور سوچئے گا کہ اس چھوٹی سی زندگی میں ہم نے اپنے آپ کو صرف کام تک محدود کر دیا ہے۔ یہ فطری رویہ نہیں۔ کچھ وقت اپنے پیاروں کو دیجئے اور سیر و تفریح کے لیے بھی وقت نکالئے۔ انہیں زندگی کا مقصد بتائیں ...... مرنے کے بعد کی زندگی کیسی ہوگی ...... وہاں کس چیز کی ضرورت پڑے گی ...... برف کی مانند

پکھلتے وقت میں سے چند لمحے اپنے بچوں اور بھائی بہنوں، عزیز واقارب اور
پرانے دوستوں میں گزار کر دیکھئے......روح کتنی خوش ہوگی ۔[1]

جب اولاد اس کرب کو محسوس کرتی ہے کہ ان کا والدان کو مناسب وقت نہیں دے رہا تو بیوی جو اپنے شوہر کے لیے اپنا گھر بار اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے آ گئی، کیا وہ اس بات کی خواہش نہیں رکھتی کہ اس کا شوہر اسے وقت دے، اس کی خاطر کبھی جلد گھر آئے، اس سے دل لگی کرے۔ جب بیوی اپنی ان خواہشات کو شوہر کی مصروفیات دیکھ کر دفن کر دیتی ہے تو کچھ وقت گزرنے پر یہ دبی ہوئی خواہشات نفسیاتی طور پر حملہ آور ہوتی ہیں جس سے بیوی کے رویے، مزاج اور محبت میں واضح فرق آ جاتا ہے۔

✧✧✧

[1] ماہنامہ ''علم و آگہی'' شمارہ 57، تحریر: اسماء زبیر

دل جیتنے کا نبوی طریقہ

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ وَإِنَّهُ لَأَبْغَضُ الْخَلْقِ إِلَيَّ فَمَا زَالَ يُعْطِيْنِيْ حَتَّى إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ۔[1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقع پر مجھے کچھ مال دیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک ساری مخلوق سے برے تھے (نعوذ باللہ)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ نہ کچھ دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک مخلوق میں محبوب ترین ہو گئے۔''

مال میں بھی اللہ تعالیٰ نے بندے کی محبت رکھی ہے اور بعض دفعہ مال ہی محبت کو بڑھا دیتا ہے، رشتہ داریاں جوڑ دیتا ہے، دلوں کو قریب کر دیتا ہے، مذکورہ واقعہ اس بات پر دلیل ہے۔ بیوی پر خرچ کرنے سے کسی اعتبار سے بھی بندے کا نقصان نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ بیوی کے پاس کوئی چیز ہوگی تو وہ گھر میں ہی استعمال ہوگی اور بیوی اس اعتبار سے خوش رہے گی کہ یہ چیز میں نے خریدی ہے۔ کنجوس مرد بیوی کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ گھر میں اگر تنگدستی ہو تو یہ ایک الگ بات ہے، ایسی صورت میں تو بیوی کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ شوہر کی جیب میں پیسے نہیں ہیں، لیکن مال ہونے کے باوجود اس پر سانپ بن کر بیٹھ جانا اور بیوی بچوں پر خرچ نہ کرنا کمینہ پن ہے۔ اگر کوئی بندہ چوری چھپے کھائے، ہوٹلوں میں جائے، اپنے لیے آسانی چاہے اور بیوی بچوں پر خرچ کرتے ہوئے اس کا دل تنگ ہو تو ایسا بندہ اپنے دل سے یہ خیال نکال دے کہ بیوی اس سے محبت رکھے گی۔

---

[1] **صحیح جامع ترمذی، ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی اعطاء المؤلفة قلوبهم**

به بیں آں بے حمیت را کہ ہرگز
نخواہد دید روئے نیک بختی
کہ آسانی گزنید خویشتن را
زن فرزند بگدازد بسختی

''اس بے حمیت کو دیکھ کہ ہرگز وہ نیک بختی کا منہ نہیں دیکھ سکے گا کہ اپنے لیے آسانی اختیار کرتا ہے اور بیوی بچوں کو سختی میں چھوڑتا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کو بھی صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں مالدار ہوں، کیا میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دینے کی وصیت کر جاؤں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آدھے مال کی وصیت کر جاتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا پھر تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں، تہائی مال میں وصیت کر سکتے ہو لیکن تہائی بھی زیادہ ہے۔ پھر فرمایا:

أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا فِيْ إِمْرَأَتِكَ۔[1]

''تو اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جائے تو اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور دیکھ اس میں تو جو بھی خرچ کرے گا تجھے صدقہ کا ثواب ملے گا، یہاں تک کہ اس لقمے میں بھی ثواب ملے گا جسے تو اٹھا کے اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا۔''

اس سے بڑھ کے ایک مومن مرد کے لیے کیا انعام ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرے اور نامۂ اعمال میں صدقہ کا ثواب لکھا جائے۔ مذکورہ حدیث میں درحقیقت نبی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النفقات باب فضل النفقة علی الاهل

ﷺ نے بیوی پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور ہاتھ بند کر لینے پر بندہ ایک خیر کثیر سے محروم ہو جائے گا۔

ایک عورت کی شکایت:

مالدار آدمی سے بھی عورت کو اگر بقدر ضرورت خرچ نہ ملے تو یہ چیز شکایت بن کے اس کی زبان پر آ جاتی ہے اور شکایت جب عورت کے ہونٹوں پر آ جائے تو یہ اس بات کی دلیل بن جاتی ہے کہ عورت مرد سے ناخوش ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان الفاظ میں اپنے شوہر کی شکایت کی:

إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَايَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ إِلَّا مَاأَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ يَعْلَمُ؟ قَالَ خُذِيْ مَايَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ۔[1]

> ''ابوسفیان بخیل آدمی ہے وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا کہ مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو جائے۔ کیا میں اس کے علم کے بغیر اس کے مال سے کچھ لے لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے جتنا کافی ہو معروف طریقے کے ساتھ لے لیا کرو۔''

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے شوہر کی اور کوئی شکایت نہیں کی سوائے اس کے کہ وہ بخیل ہے۔ صرف اس ایک وجہ سے بیوی اپنے شوہر سے ناخوش تھی۔ اگر ابوسفیان کی بیوی اس بات کو شکایت بنا سکتی ہے تو ہر عورت بنا سکتی ہے۔ اس لیے مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرے۔ اسے کھلائے پلائے اور اگر اللہ نے دیا ہے تو اسے مناسب جیب خرچ بھی دے۔ عورت کو جیب خرچ دیا جائے تو وہ خوش رہتی ہے۔ کتنے ہی گھریلو جھگڑوں کی بنیاد شوہر کا بیوی کو جیب خرچ نہ دینا ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ ایک عورت نے ان الفاظ میں اپنے شوہر کی تعریف کی:

زَوْجِيْ أَبُوْ زَرْعٍ، فَمَا أَبُوْ زَرْعٍ؟ أَنَاسَ مِنْ حُلِيِّ أُذُنَيَّ، وَمَلَأَ مِنْ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها

شَحْمٍ، عَضُدَيَّ، وَبَجَحَنِي فَبَجَحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي، وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ، فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ، وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ، فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلَا أُقَبَّحُ، وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ، وَأَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ[1]

''میرے خاوند کا نام ابوزرع ہے، اور ابوزرع کے کیا کہنے، اس نے میرے دونوں کانوں کو زیور سے بوجھل کر دیا اور میرے دونوں بازوؤں کو چربی سے بھر دیا اور اس نے مجھے اتنا خوش کیا کہ میں خود پر ناز کرنے لگی، وہ مجھے ایک جانب پڑے ہوئے غریب چرواہوں سے لے آیا تھا لیکن اس نے مجھے گھوڑوں، اونٹوں، کھیت اور کھلیانوں کا مالک بنا دیا۔ میں اس کے سامنے بات کرتی ہوں تو مجھے برا نہیں کہتا' سوتی ہوں تو صبح تک سوتی رہتی ہوں اور پیتی ہوں تو سیراب ہو جاتی ہوں۔''

اس حدیث کے آخر میں نبی ﷺ نے ایسے مرد کی تعریف کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ

''میں تیرے لیے ایسا ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔''

یعنی نبی ﷺ نے کھلانے پلانے والے شوہر کی تعریف کی اور اسے اچھا سمجھا۔ اب وہ بھائی جو اپنے مال و اسباب کو اپنے اہل خانہ سے بھی چھپا کے رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کی کمائی ان کی بیویوں کی دستبرد سے بھی محفوظ رہے، انہیں سوچنا چاہئے کہ ان کا یہ طرز عمل ان کے لیے خانگی طور پر مشکلات کا سبب بن سکتا ہے۔ وہ خود اپنی ازدواجی زندگی کے درپے ہیں۔ بات تو اعتدال کی ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ کی بیوی خوب فضول خرچ ہو اور اس کی تمام تر فضول خرچیوں کی بنیاد آپ کی حوصلہ افزائی ہو۔

---

[1] مختصر بخاری، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرة مع الاهل

اونچی آواز سے بولتی ہے تو پھر کیا......

ماحول کا بندے کی طبیعت پر اثر پڑتا ہے اور کچھ چیزیں فطری بھی ہوتی ہیں۔ایک عورت کی شادی ۲۵ سال کی عمر میں ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے پچیس برس ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی ہے جو شوہر کے گھر کے ماحول سے بالکل مختلف تھا۔عین ممکن ہے کہ اپنے والدین کے گھر اس کا جو رہن سہن اور عادات ہوں، وہ اس کے سسرال والوں کو یا اس کے شوہر کو ناپسند ہوں۔ وہ چاہے کہ اس کی بیوی فوراً اپنی عادات بدل لے تو یہ اس کی بھول ہوگی۔بعض مرد شادی کے فوراً بعد یہی چاہتے ہیں کہ جھٹ عورت کو سرے سے ہی بدل دیں، ذراسی بات بھی خلاف مزاج ہو تو جھڑک دیں گے بلکہ اس کو کبھی پھوہڑ کہیں گے اور کبھی زبان دراز اور کبھی کہیں گے کہ تیری تربیت صحیح نہیں ہوئی، تو میرے قابل نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ پچیس برس کی تربیت کو چند ہفتوں یا چند مہینوں میں بدل دینا انتہائی مشکل کام ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرد جس بات کو خلاف مزاج سمجھ رہا ہو، اس میں شوہر کا موقف غلط ہو اور اس کی بیوی کی رائے درست ہو۔ جو مرد چند دنوں میں ہی عورت کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں، وہ توجہ فرمائیں۔

نبی ﷺ کائنات میں سب سے بڑے معلم تھے اور انہوں نے تیئس برس تک انتہائی کٹھن مراحل میں تبلیغ کر کے لوگوں کے ذہن کو بدلا۔فوراً ہی انقلاب برپا نہیں ہو گیا تھا اور بعض افراد خصوصاً مکہ والے تیئس برس کے اختتامی سالوں میں مسلمان ہوئے۔ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ بیوی کو کافر سمجھتے ہوئے شوہر تبلیغ کرے بلکہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ مکہ والوں پر ان کے گھروں کی تربیت کا اثر تھا، خاندانی روایات ان کے پاؤں کی زنجیریں بنی ہوئی تھیں۔ ذہنوں پر برسوں کی گرد جمی ہوئی تھی جو قلب و ذہن کی تبدیلی میں حائل تھی۔

ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں، اس میں بھی خاندانی روایات بچوں کے ذہنوں

میں راسخ ہوتی چلی جاتی ہیں اور بچوں کے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی پروان چڑھتی ہیں اور شادی کے بعد جب آپ بیوی کو اپنے گھر میں لاتے ہیں تو بیوی کے ساتھ وہ اچھی یا بری روایات بھی ساتھ ہی چلی آتی ہیں۔ اب آپ نے ایک حکمت بھرے انداز سے آہستہ آہستہ ان روایات کو بدلنا ہے جو آپ کیلئے تکلیف دہ ہیں نہ کہ چیخ چیخ کر بیوی اور اس کے خاندان والوں کو کوسنا ہے۔ اسی طرح بعض عورتوں کو بات بات پر چیخ کر بولنے کی عادت ہوتی ہے اور یہ عادت ان کے مزاج میں پختہ ہو چکی ہوتی ہے۔ ایسی عورت کی اصلاح ہم دو پہلوؤں سے کریں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا اونچی آواز سے بولنا اس کی عادت سمجھ کے قبول کر لیں گے اور دوسرا یہ کہ اپنے میٹھے اور دھیمے لہجے سے مناسب مواقع پر اس کو اس کمزوری کا احساس دلائیں گے۔ نبی ﷺ کی بیویاں جو امہات المومنین تھیں وہ بھی نبی ﷺ کے سامنے بسا اوقات بلند آواز سے بول پڑتی تھیں۔ اس ضمن میں ذیل کی روایت پڑھیے:

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَكَانَ إِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ لَا يَنْتَهِي إِلَى الْمَرْأَةِ الْأُولَى إِلَّا فِي تِسْعٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي بَيْتِ الَّتِي يَأْتِيهَا فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَجَاءَتْ زَيْنَبُ فَمَدَّ يَدَهُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ هَذِهِ زَيْنَبُ فَكَفَّ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فَتَقَاوَلَتَا حَتَّى اسْتَخَبَتَا وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَمَرَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى ذَلِكَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَهُمَا فَقَالَ اخْرُجْ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِلَى الصَّلَاةِ وَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَتْ عَائِشَةُ الْآنَ يَقْضِي النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ فَيَجِيءُ أَبُو بَكْرٍ فَيَفْعَلُ بِي وَيَفْعَلُ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ أَتَاهَا أَبُوبَكْرٍ فَقَالَ لَهَا قَوْلًا شَدِيدًا وَقَالَ أَتَصْنَعِينَ هَذَا۔[1]

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ کی نو بیویاں تھیں اور آپ جب ان میں باری

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع باب القسم بین الزوجات وبیان ان السنة ان تکون لکل واحدة قلیلة مع یومها

کرتے تھے تو پہلی بیوی کے پاس نویں دن تشریف لاتے تھے اور بیویوں کا قاعدہ تھا کہ جس کے گھر میں آپ ہوتے تھے، اس کے گھر جمع ہوتی تھیں۔ ایک دن آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور بی بی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا اور انہوں نے عرض کی کہ زینب ہے۔ سو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور بی بی عائشہ اور زینب کے بیچ میں تکرار ہونے لگی یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں اور نماز کی تکبیر ہوگئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے قریب سے گزرے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نماز کے لیے تشریف لایئے اور ان کے منہ میں خاک ڈالئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے ہوں گے تو ابوبکر آ کر مجھ پر ایسا ویسا خفا ہوں گے۔ پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو ابوبکر ان کے پاس آئے اور ان کو بہت سخت کہا اور فرمایا کہ تو ایسا کرتی ہے (یعنی حضرت کے سامنے چیختی اور آواز بلند کرتی ہے؟)

توجہ فرمائیں سیدہ عائشہ اور زینب رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بول رہی ہیں، یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد میں ان کی آوازیں سن لیتے ہیں اور پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اونچی بولنے پر اپنے شوہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ڈر رہی ہیں اور بعض شوہر اسی بات پر گھر میں تماشا لگا لیتے ہیں کہ میرے سامنے چیختی ہے اور اپنے باپ کے سامنے زبان بند کر لیتی ہے۔ اس کے ہاں میری کوئی عزت نہیں ہے۔ بھئی اللہ کے بندے! تیرے سامنے وہ بولتی اس لئے ہے کہ تیرے ساتھ وہ بے تکلف ہے، تیرے ساتھ اس کا دوستانہ رویہ ہے جبکہ وہاں تو صرف ایک باپ بیٹی والا احترام کا رشتہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی بولنے پر بیویوں کو کچھ بھی نہ کہا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیوی کو شوہر کے ساتھ بدتمیزی اور ترش روئی کی مکمل اجازت دے دی جائے۔ اس کی اصلاح کی جائے، اسے سمجھایا جائے البتہ اس وقت سمجھائیں جب وہ بول کر چپ ہو جائے۔ امید ہے کہ اس کا زیادہ فائدہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی کا جواب دینا:

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں قرآن اتارا اور ان کے لیے باری مقرر کی۔

چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ:۔

أَنَا فِيْ أَمْرٍ أَأْتَمِرُهُ إِذْ قَالَتْ لِي امْرَأَتِي لَوْصَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا فَقُلْتُ لَهَا وَمَا لَكِ أَنْتِ وَلِمَا هَاهُنَا وَمَا تَكَلُّفُكِ فِيْ أَمْرٍ أُرِيْدُهُ فَقَالَتْ لِي عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَاتُرِيْدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ۔[1]

''میں کسی کام میں مشورہ کر رہا تھا کہ میری عورت نے کہا کہ تم ایسا کرتے ویسا کرتے تو خوب ہوتا۔ میں نے اس سے کہا کہ تجھے میرے کام میں کیا دخل ہے تجھے کیا تکلیف ہے کہ تو میرے کام میں مداخلت کرتی ہے جس کا میں ارادہ کرتا ہوں۔ سو اس نے (حیران ہو کر) مجھ سے کہا کہ تعجب ہے اے ابن خطاب تم تو چاہتے ہو کہ کوئی تم کو جواب ہی نہ دے حالانکہ تمہاری صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہے یہاں تک کہ وہ دن بھر غصے میں رہتے ہیں۔''

یہ کوئی مردانہ شان نہیں ہے کہ مرد کے گھر آنے پر عورت کی سٹی گم ہو جائے۔ وہ آپ کی قیدی یا غلام تو نہیں ہے کہ آپ اس سے آزادی چھین لیں اور وہ چار دیواری میں سلگ سلگ کے، سسک سسک کے زندگی گزار دے۔ آپ نے اسے محبتوں اور چاہتوں بھرا ماحول فراہم کرنا ہے جہاں وہ کبھی کھل کے مسکرائے تو کبھی غصے میں بول پڑے۔ غصہ اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے۔ آپ کسی شخصیت سے ہمیشہ کے لیے اس کا غصہ ختم نہیں کر سکتے۔ ہاں اپنی شفقتوں سے زہرناک غصے کو نمکین اور کھٹے میٹھے غصے میں بدل سکتے ہیں۔ نفرت والے غصے کو اپنائیت والے غصے میں بدل سکتے ہیں اور جب بیوی بلند آواز سے بولے تو اس پر برسنے کی

---

[1] صحيح مسلم كتاب الطلاق باب بيان ان تخيير امراته لايكون طلاقا الا بالنية

بجائے آپ کو سوچنا چاہیے کہ یہ کس وجہ سے بلند آواز سے بولی ہے۔ میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی جس نے چنگاری کا کام کیا ہو اور اس کے لہجے کو بدل دیا ہو۔ یقیناً کبھی کبھار آپ یہ بھی محسوس کریں گے کہ آغاز آپ کی طرف سے ہوا ہے۔ بعض اوقات کوئی خاص بات سمجھانے کیلئے بھی مناسب موقع ڈھونڈا جاتا ہے مثال کے طور پر آپ اپنی بیوی سے کوئی بات منوانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو پہلے بیوی پر کچھ نوازشات کرنا ہوں گی مثلاً وہی بات آپ اس سے کسی ہوٹل یا پارک میں خوشگوار ماحول میں کر سکتے ہیں۔ یقین کیجئے طبیعت کی گرمی پر ماحول کی ٹھنڈک ضرور اثر کرے گی۔

محبت بھری باتیں

ایک محبت کرنے والا جوڑا ایک دوسرے کے قریب کیوں ہوتا ہے؟ اس کے کئی جواب دیئے جاسکتے ہیں اور ایک یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں اٹھاتے ہیں، اپنی محبت کا یقین دلانے کے لیے ایک دوسرے کو خط بھی لکھتے ہیں' وعدے بھی کرتے ہیں اور محبت بھرے بول بھی بولتے ہیں، اگرچہ یہ سارے کام ایک غیر شادی شدہ جوڑے کے لیے شرعی اعتبار سے ناجائز ہیں لیکن صنف مخالف سے محبت کے لیے یہ سارے طریقے ہی استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ایک مرد کسی بازاری عورت سے ایسے ایسے میٹھے بول بولے گا کہ وہ زہر کو بھی شکر بنادینے کے لیے کافی ہوں گے اور پتھر دل بھی دھڑک اٹھے گا مگر اپنی بیوی سے ایسے بول نہیں بولیں گے، اس سے کبھی اظہار محبت نہیں کریں گے، اس سے جینے مرنے کی قسمیں نہیں اٹھائیں گے حالانکہ وہ بھی عورت ہے اور اس کے جسم میں ایک عورت والا دل ہی دھڑکتا ہے، جس میں محبت کی پیاس ہے، مرد اپنے میٹھے بول اور محبت بھرے لہجے سے اس کو جل تھل کرسکتا ہے۔

آپ بیوی کو اپنی محبت کی آنچ میں پگھلا کے اس سے سارے کام ہی لے سکتے ہیں، وہ زندگی کے سنگلاخ راستوں پر آپ کی حوصلہ مند ہم سفر بن سکتی ہے، شرط صرف یہ ہے کہ آپ اسے محبوبہ کا درجہ دے دیں، اس کے لیے تڑپیں اور اس کے دل کو اپنی محبت کے عطر بیز گلابوں سے مہکادیں۔ نبی ﷺ خود اپنی بیویوں سے ایسا ہی محبت بھرا سلوک کرتے رہے ہیں، احادیث وسیرت کی کتب میں ہمارے لیے اس موضوع پر بے شمار رہنمائی ملتی ہے۔ ان میں سے چند منتخب واقعات درج ذیل ہیں:

❶ اے گورے رنگ والی:

نبی ﷺ اپنی پیاری بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیار سے ''حمیرا'' کہا کرتے تھے۔ جس

کا مطلب لغت عرب میں ''گورے رنگ والی'' ہے، یہ ایک لاڈلا سا بول ہے، جس میں بیوی سے اظہار محبت ہے۔ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی نام سے پکارا اور مسجد میں حبشیوں کا کھیل دکھایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں یہ دیکھتے ہوئے اپنی ٹھوڑی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر اور اپنے چہرے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار سے لگائے ہوئے تھی۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''آداب الزفاف'' میں ''سنن نسائی'' کے حوالہ سے یہ واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا جبکہ حبشی لوگ عید کے دن مسجد میں اپنے اسلحہ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے حمیرا (گورے رنگ والی) کیا تو (حبشی) لوگوں کا (کھیل) دیکھنا پسند کرے گی؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر کے اپنا کندھا نیچے جھکا دیا تاکہ میں ان لوگوں کو دیکھ سکوں۔ میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے کندھے کے اوپر رکھی اور اپنا چہرہ آپ کے رخسار مبارک سے لگاتے ہوئے آپ کے کندھے کے اوپر سے دیکھنا شروع کر دیا...... ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کے کان اور کندھے کے اوپر سے دیکھنا شروع کیا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، اے بنی ارفدہ۔ ایک دوسرے کو پکڑو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اے عائشہ! ابھی تیرا دل نہیں بھرا؟ میں کہتی تھی نہیں۔ تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (دل میں) اپنے مقام کا اندازہ کر سکوں، حتیٰ کہ میرا دل بھر گیا۔''

❷ میں نے تجھے دو بار دیکھا ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ أَرَى أَنَّكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ، وَيُقَالُ: هٰذِهِ امْرَأَتُكَ، فَأَكْشِفُ عَنْهَا، فَإِذَا هِيَ أَنْتِ، فَأَقُولُ: إِنْ يَكُ هٰذَا

ل مختصر بخاری، کتاب الفضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ رضی اللہ عنہا

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ۔[1]

''میں نے تجھے دو بار خواب میں دیکھا کہ تم ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں ہو اور ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ یہ آپ کی اہلیہ ہیں۔ میں نے اس کپڑے کو کھولا تو دیکھا کہ تم ہو۔ پھر میں نے کہا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور پورا کرے گا۔''

③ ہونٹوں کا مقام:

حضرت شریح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا عورت حالت حیض میں اپنے خاوند کے ساتھ کھا سکتی ہے؟ تو وہ فرمانے لگیں:

نَعَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْنِيْ فَاٰكُلُ مَعَهٗ وَاَنَا عَارِكٌ كَانَ يَاْخُذُ الْعَرْقَ فَيُقْسِمُ عَلَيَّ فِيْهِ فَاَعْتَرِقُ مِنْهُ ثُمَّ اَضَعُهٗ فَيَاْخُذُهٗ فَيَعْتَرِقُ مِنْهُ وَيَضَعُ فَمَهٗ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِيْ مِنَ الْعَرْقِ وَيَدْعُوْ بِالشَّرَابِ فَيُقْسِمُ عَلَيَّ فِيْهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّشْرَبَ مِنْهُ فَاٰخُذُهٗ فَاَشْرَبُ مِنْهُ ثُمَّ اَضَعُهٗ فَيَاْخُذُهٗ فَاَشْرَبُ مِنْهُ حَيْثُ وَضَعْتُ فَمِيْ مِنَ الْقَدَحِ۔[1]

''ہاں کیونکہ رسول اللہ ﷺ مجھے حالتِ حیض میں بلاتے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ (بیٹھ کر) کھاتی۔ آپ ہڈی اٹھا کر اس میں میرا حصہ مقرر کر دیتے تو میں اسے چوستی اور رکھ دیتی۔ پھر آپ ﷺ اٹھا کر چوستے اور اسی جگہ منہ لگاتے جہاں سے میں نے چوسی ہوتی۔ پھر پانی منگواتے اور اسے بھی پینے سے پہلے تقسیم کرتے (یعنی حصہ مقرر کرتے) پھر میں اس میں سے پی کر رکھ دیتی اور آپ ﷺ اٹھا کر اسی جگہ منہ لگا کر پیتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا۔''

یہ بھی بیوی سے اظہارِ محبت ہے اور بیوی ایسی باتوں کا کس قدر گہرا اور محبت بھرا اثر لیتی ہے، یہ کسی ذی شعور سے مخفی نہیں۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت

---

[1] صحيح سنن نسائی، كتاب الحيض، باب مؤاكلة الحائض والشرب من سؤرها

نبی کریم ﷺ کے اس پیار و محبت سے بھرپور رویے کا مشاہدہ کیا اور خصوصیت کے ساتھ اسے ذکر کیا۔ پیالے کے اسی مقام پر اپنے ہونٹوں کو رکھنا درحقیقت اپنی بیوی کے ہونٹوں کو بوسہ دینا ہے۔ بعض مرد بیوی کا جھوٹا استعمال نہیں کرتے اور اچھوت کی طرح برتن ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ مل کر ایک برتن میں کھانا نہیں کھاتے، یہ نری جہالت ہے۔ حالانکہ یہ چھوٹے چھوٹے طریقے ہیں جن سے بیوی کا دل جیتا جا سکتا ہے۔

❹ سر دُھلوانا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، كِلَانَا جُنُبٌ، وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ، فَيُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ، وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ۔[1]

''میں اور نبی ﷺ دونوں جنابت کی حالت میں ایک برتن سے غسل کرتے۔ اسی طرح میں حیض سے ہوتی اور آپ حکم دیتے تو میں ازار پہن لیتی۔ پھر آپ میرے ساتھ لیٹ جاتے۔ نیز آپ بحالتِ اعتکاف اپنا سر مبارک میری طرف کر دیتے تو میں اس کو دھو دیتی حالانکہ میں حیض سے ہوتی۔''

نبی ﷺ ضرورت کے پیش نظر جائے اعتکاف سے اپنے گھر بھی چلے جایا کرتے تھے، جو کہ مسجد کے ساتھ متصل تھا۔ آپ ﷺ اپنا سر خود بھی دھو سکتے تھے، لیکن چونکہ بیوی سے محبت تھی، اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سر دھلواتے تاکہ ان کی دلداری ہو جائے۔ کنگھی بھی خود کر سکتے تھے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لیے ان سے کرواتے۔ یہ بھی محبت کی باتیں ہیں یعنی بیوی سے کنگھی کروانا، سر دھلوانا، ایک برتن میں غسل کرنا وغیرہ اور اسی طرح بیوی کو اپنے ساتھ مشغول رکھنے سے بیوی کو بھی اس بات کا احساس رہتا ہے کہ شوہر اس پر بھرپور توجہ دے رہا ہے۔ ایک لگی بندھی مشینی سی زندگی...... جس میں مرد عورت کی چیزیں اور مشاغل بھی

---

[1] مختصر بخاری، كتاب الحيض باب مباشرة الحائض

الگ الگ ہوں...... بوریت کو جنم دیتی ہے۔ اس کا عمومی نتیجہ تلخیاں اور چڑ چڑا پن ہے۔ ایسے ماحول میں بندے کی زندگی لذتوں سے محروم اور بے کیف ہو جاتی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ بیوی سے شہد بھرے بول بولیں۔ اسے اپنے ساتھ مشغول رکھیں اور یوں آپ خوشگوار اور دلکش زندگی کی رعنائیوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

5 بوسہ لینا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ وَلَا يَتَوَضَّا [1]

''رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی کا بوسہ لینے کے بعد بغیر وضو کیے نماز پڑھا کرتے تھے۔''

اگر بیوی کو محض بچے پیدا کرنے کی مشین یا جنسی تسکین کا ایک ذریعہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے محبوبہ سمجھا جائے تو اس کا وجود شوہر کی محبتوں کا مرکز بن جائے گا اور خود مرد بھی حرام کاریوں سے بچتا ہوا اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنا لے گا۔ گھریلو ماحول میں حالات کے پیش نظر اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ جہاں تک شریعت نے لچک دی ہے، اس کو ضرور استعمال کرے لیکن دین و شریعت سے نہ ہٹے۔ اپنی خوشیاں مخلوط محافل، سینما ہاؤسز، شراب کے جاموں اور بازاری عورتوں میں ڈھونڈنے کی بجائے اپنے بیوی بچوں میں ڈھونڈے۔ جب مرد اپنے رویے کو نرمی اور محبت میں بدلے گا تو وہ ازدواجی خوشیاں پا لے گا۔ بس زاویۂ نگاہ کے بدلنے کی ضرورت ہے، در و دیوار سے مسرتوں کے پھول برسنے لگیں گے۔

---

[1] صحيح سنن نسائی، كتاب الطهارة، باب ترك الوضوء من القبلة

تحائف

بیوی کا دل جیتنے میں تحائف بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ عید الاضحیٰ سے چند روز پہلے میں مسجد سے اپنے گھر جا رہا تھا کہ ایک بھائی ملے۔ ان کی عمر اندازاً پچیس سال ہوگی۔ انہوں نے اس بات کا شکوہ کیا کہ ان کی بیوی انہیں اہمیت نہیں دیتی۔ میکے جا کے کئی دنوں تک بیٹھی رہتی ہے اور اس کی موجودگی میں گھر کے اندر تناؤ کی کیفیت رہتی ہے۔ میں ایسی زندگی سے تنگ آ گیا ہوں اور اب تو ایسی عورت سے چھٹکارا چاہتا ہوں، جس نے میری زندگی الجھنوں اور ذہنی اذیتوں سے بھر دی ہے۔ پھر وہ ساتھی کہنے لگا میں نے مسجد میں کچھ بزرگوں سے بھی مشورہ کیا ہے۔ وہ بھی اس حق میں ہیں کہ ایسی عورت سے علیحدگی کر لی جائے لیکن میں اسے طلاق دینے سے پہلے چند علماء سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گیا اور میں سوچ رہا تھا کہ آخر اس کی بیوی اس کے ساتھ کیوں ایسا طرز عمل اختیار کئے ہوئے ہے۔

اصل میں رویوں اور لہجوں کا بدلتا ہوا انداز بھی عمل اور ردعمل کی ایک مثال ہے۔ جس طرح ایک گیند کو قوت سے دیوار پر مارا جائے تو دیوار اتنی ہی قوت سے گیند کو واپس دھکیلتی ہے۔ گیند پھینکنا ہمارا عمل اور دیوار کا اسے واپس پلٹانا ردعمل ہے۔ ایسے ہی جتنا سخت رویہ ہم اختیار کریں گے۔ ردعمل کے طور پر فریق مخالف بھی ویسے ہی سختی سے پیش آئے گا۔ اگر وہ اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دے گا تو کم از کم چہرے کے تاثرات اور بولنے کے انداز سے ناپسندیدگی کا اظہار ضرور کرے گا اور بعض اوقات خود سختی سے ابتداء کرنے والا اپنے عمل کو بھول جاتا ہے اور ردعمل پر سیخ پا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بات مزید بگڑ جاتی ہے۔ یہی حال شوہر اور بیوی کا ہے۔ عمل اور ردعمل چلتا رہتا ہے جس سے گھر کی محدود فضا میں تناؤ بڑھتا رہتا ہے اور ایک وقت تناؤ کی کیفیت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ رشتوں کی نازک ڈوری ٹوٹ جاتی ہے۔ اگر ہم یک طرفہ طور پر صرف مرد کی بات سن کے طلاق کا مشورہ دے دیں گے تو یہ مسئلے کا حل نہیں ہوگا۔ جب تک آپ گھر کی اندرونی کیفیت پر غور نہیں کریں گے اور جھگڑے کے اصل اسباب تلاش نہیں کریں گے، آپ کی الجھنیں ختم نہیں ہوں گی بلکہ حال وہی ہوگا۔

ڈور کو سلجھا رہا ہے سرا ملتا نہیں

میں نے بھی سوال پوچھنے والے بھائی کے گھر کی اندرونی فضا میں جھانکنے کا ارادہ کرلیا۔ عقدہ یہ کھلا کہ گھر میں وہی عمل اور ردعمل والا سلسلہ چل رہا ہے اور اب دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ اذیت دینے کے لیے بڑھ چڑھ کر تلخ باتیں کرتے ہیں۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں لاتے ہیں جو زخموں پر مرہم لگانے کی بجائے نمک پاشی کریں۔ میں نے پوچھا آپ نے کبھی اپنی بیوی کو کوئی تحفہ دیا؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ ایک کام کیجئے، میرے ساتھ چلیں اور زیادہ مہنگا نہیں بس موتیے کا ایک گجرا خرید لیں اور اپنی بیوی کو تحفہ کے طور پر دیں۔ قدرتی بات ہے جو شخص اپنی بیوی سے شدید ناراض ہو، وہ یہ عمل کرنے کے لیے جلد تیار نہیں ہوگا لیکن کسی طرح میں نے اسے آمادہ کر ہی لیا۔ صرف بیس روپے کا ایک گجرا اس نے خریدا اور گھر کی جانب چل دیا۔ اب عمل بدل گیا تھا، جب عمل بدل جائے تو ردعمل بھی بدل جاتا ہے۔ اگلے دن جب وہ ساتھی مجھے ملا تو اس کے چہرے پر مسرت کی کلی کھلی ہوئی تھی۔ کہنے لگا کہ جب میں نے اپنی بیوی کو موتیے کا گجرا پیش کیا تو اس نے جادو جیسا عمل کیا۔ میری بیوی نے بڑی محبت سے میرے قدموں میں بیٹھ کر مجھ سے دو دفعہ معافی مانگی اور آئندہ سے اپنا رویہ درست رکھنے کا وعدہ بھی کیا۔

موتیے کا ایک گجرا، جس کی قیمت صرف بیس روپے اور اس گجرے نے گھر کا ہر کونا اپنی خوشبو سے مہکا دیا۔ بس عمل کو بدلنے کی دیر ہے، ردعمل آپ خود دیکھ لیں گے۔ بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۔ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ ۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا[1]

''صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کو رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] الطلاق: ۷

کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ عنقریب تنگی کے بعد آسانی پیدا فرمادیں گے۔''

اور دوسری آیت میں ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔[1]

''بچوں کی ماں کا رزق اور کپڑے والد کے ذمہ ہیں معروف طریقے سے۔''

یعنی جس معیار کا کھانا اور کپڑے ان کے ہاں رائج ہوں ویسے کپڑے اور ویسا کھانا بچے کی ماں کو دیا جائے۔

غور فرمائیے! لباس، جوتے اور کھانا پینا یہ ساری چیزیں شوہر کے ذمے ہیں۔ وہ تھوڑی سی تبدیلی سے ان چیزوں کو تحفے کی شکل دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر گرمیوں کا موسم شروع ہونے والا ہے، اب کپڑے تو بنانے ہی ہیں۔ اگر بیوی کے کہنے سے پہلے ہی وہ مناسب رقم بیوی کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اسے بازار لے جانے کی آفر کرے اور ساتھ یہ بتادے کہ میرے پاس اتنے ہی پیسے جمع ہو پائے ہیں، اس کے اندر ہی گرمیوں کے دو سوٹ خرید لو یہ میری طرف سے تمہیں گرمیوں کا تحفہ ہے۔ یقین کیجئے بدلتے موسم کے ساتھ ساتھ بگڑے رویے بھی بدل جائیں گے۔ ایسے ہی سردیوں کے موسم میں جوتے یا کپڑے خریدتے وقت مشفقانہ رویہ رکھیں۔ بیوی بھی خوش ہو جائے گی، ذمہ داری بھی ادا ہو جائے گی، نہیں تو بیوی بچوں کی ذمہ داریاں تو آپ کو پوری کرنا ہی ہوں گی۔ رو پیٹ کے کریں گے، تب بھی پیسے جیب سے نکالنے ہی پڑیں گے۔ لیکن اس سے بیوی خوش نہیں ہوگی اور نہ آپ کو خوشی مل سکے گی۔

اسی طرح اناج پھل وغیرہ انسانی بدن کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اپنی بیوی کی پسند کا کوئی پھل خرید کے گھر لے آئیں گے تو یہ نہیں کہ بے چاری بیوی ہی سارا کھا جائے گی۔ گھر کے سب افراد ہی کھائیں گے مگر بیوی کے دل میں قدر بڑھ جائے گی کہ میرا شوہر میرا خیال رکھتا

---

[1] سورہ البقرہ: ۲۳۳

[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح باب حسن المعاشرۃ مع الاھل

ہے، مجھ پر توجہ دے رہا ہے۔ ضرورت کی اشیاء کو تحفہ کی شکل میں بدلنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جب اس کی عادت ڈال لی جائے گی تو دونوں فریق نہ صرف ایک بڑی چخ چخ سے نجات حاصل کر لیں گے بلکہ دل بھی ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے۔

یہ تو تھیں ضرورت کی اشیاء۔ اب کیا آپ اپنی بیوی کو محبوبہ کا درجہ دے کر ضرورت کے علاوہ کوئی اور چیز تحفۃً نہیں دے سکتے مثلاً کوئی موتیے کا گجرا، گلاب کا پھول، جیولری کا سامان...... اگر آپ افورڈ نہیں کر سکتے تو پھر بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ مصنوعی جیولری، میک اپ کی چیزیں یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور سامان دیا جا سکتا ہے۔ اگر اللہ نے آپ کو اتنی توفیق دی ہوئی ہے تو یہ تجربہ ضرور کر کے دیکھیں۔ تحفے کے لیے ضروری نہیں کہ وہ قیمتی ہو، صرف اس بات کو دیکھا جانا چاہیے جس کو تحفہ دیا جائے اس کی پسند، اس کی ضرورت اور اس کی خواہش کیا ہے؟ بیوی کی دینی تربیت کرنا از حد ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ جب بھی کوئی تحفہ دیں تو وہ کسی اہم دینی مسئلے پر کتاب ہو۔ اگر آپ ایسے ہی تحائف دینا چاہتے ہیں تو پہلے آپ کے لیے بیوی کو ذہنی طور پر اس سطح پر لانا ضروری ہوگا کہ ایسی کتابیں ہی اس کے لیے سب سے اہم ضرورت بن جائیں۔ ورنہ اس قسم کے تحائف بسا اوقات اپنی کشش کھو بیٹھتے ہیں۔

جنسی تعلقات

میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات کا بہت بڑا انحصار ان کے جنسی معاملات کی درستگی پر ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی کا یہ انتہائی نازک اور حساس باب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اہم ترین بھی ہے۔ ایک کمزور مرد بیوی کا دل جیت سکتا ہے نہ اسے خوش رکھ سکتا ہے۔ ہاں عورت اگر اپنا آپ قربان کردے، اپنے جذبات کی قربانی دے دے، زندگی کے ان خوبصورت رنگوں سے آنکھیں بند کرلے تو علیحدہ بات ہے۔ جنسی جذبہ ایک فطری چیز ہے اگر اس بھوک کو نہ مٹایا جائے تو اس سے نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ طبیعت میں ایک چڑچڑاپن آجاتا ہے جو گھریلو زندگی کو زہرناک بنادیتا ہے۔ جس مرد سے عورت کی سیری نہ ہو تو وہ لاکھوں کروڑوں کی جائیداد بھی ٹھکرادیتی ہے اور جو اس کی تسکین کردے، وہ اس کی اسیر ہوجاتی ہے۔ شادی کا مقصد جنسی خواہشات کی تکمیل بھی ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے نوجوانوں کو شادی کی ترغیب دی۔ جب مرد وعورت اپنی جنسی بھوک کو حلال طریقے سے مٹائیں گے تو بے حیائی کی طرف رغبت خودبخود کم ہوجائے گی۔ نظروں میں شرم وحیاء آجائے گی۔

جب مرد اپنی بیوی کی جنسی تسکین ہی نہ کرسکے تو عورت کی نظروں میں وہ گر جائے گا۔ گھر میں تلخیاں جنم لیں گی۔ عورتیں ایسے مردوں سے علیحدگی کا سوچنے لگ جاتی ہیں جو عورت کے جنسی حقوق پورے نہیں کرتے یا پھر وہ شوہر کیلئے بننا سنورنا چھوڑ دیتی ہیں۔ سامنے کی بات ہے کہ جب بیوی اپنے شوہر کے لیے بنے سنورے گی نہیں اور اس سے پیار ومحبت کی باتیں نہیں کرے گی تو شوہر بھی قلق میں مبتلا ہوجائے گا، اسے گھر کا ماحول بے کیف دکھائی دے گا۔ جس طرح مرد عورت سے جنسی لذت چاہتا ہے، اسی طرح عورت بھی اس سے جنسی لذت پاتی ہے اور اس چیز کی خواہش بھی رکھتی ہے۔

عہد رسالت ﷺ سے اس کی ایک مثال رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی کی ملتی ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ! میں رفاعہ قرظی کے نکاح میں تھی۔ اس نے مجھے طلاق دے کر بائن کر دیا۔ پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر لیا اور اس کی مردانگی کا یہ حال ہے کہ:

إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ

''اس کے پاس (عضو تناسل) کپڑے کے پھندنے کی مانند ہے۔''

یعنی جس طرح کپڑے کے پھندنے میں سختی نہیں ہوتی بلکہ نرمی ہوتی ہے، اس کی جنسی قوت کا بھی یہی حال ہے۔ میں اس سے تسکین حاصل نہیں کرتی۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا حَتَّى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ وَ تَذُوْقِي عُسَيْلَتَهُ۔[1]

''شاید تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے؟ یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک (عبدالرحمٰن) تیرا مزہ نہ چکھ لے اور تو اس کا مزہ نہ چکھ لے۔''

یقیناً رفاعہ قرظی اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کسی مسئلے کے پیدا ہونے سے ہی ہوئی ہوگی اور وہ مسئلہ ایسی نوعیت اختیار کر گیا ہوگا کہ جس کی وجہ سے دونوں کا نباہ نہ ہو سکا۔ اب رفاعہ کی بیوی دوبارہ اس کی طرف جاتی تو کیا پہلی رنجش ختم ہوگئی تھی یا بیوی نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا؟ بظاہر یہی بات سامنے آتی ہے کہ رفاعہ کی بیوی اپنی فطری ضرورت کے حصول کیلئے رفاعہ کے سابقہ رویے کو نظر انداز کر رہی تھی۔ وہ دوبارہ ان کے پاس جانا چاہتی تھی۔ اس لئے کہ دوسرا مرد اس کو مطمئن نہیں کر سکا تھا۔ عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ جو اس کے دوسرے شوہر تھے، وہ اپنی بیوی کا دل اس وجہ سے نہ جیت سکے کہ اس عورت کے بقول ان میں مردانہ کمزوری موجود تھی۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زن کز برمرد بے رضا برخیزد
بس فتنہ و جنگ ازاں سرا برخیزد

---

[1] مختصر بخاری، کتاب الحیض باب من سمی النفاس حیضا

پیرے کہ زجائے خویش نتواند برخاست
الّا بعصا کیش عصا برخیزد

''وہ عورت جو مرد کے پہلو سے ناخوش اٹھے بہت فتنہ اور لڑائی اس کے گھر میں پیدا ہو...... وہ بوڑھا جو اپنی جگہ سے نہیں اٹھ سکتا مگر لاٹھی کے سہارے، اس کے عضو میں کب خیزش ہو سکتی ہے؟''

مرد اگر جنسی حقوق پورے نہ کرے تو عورت کا خوش رہنا یا گھریلو زندگی کا خوشگوار ہونا ایک دشوار بات ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں گیارہ عورتوں کا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ ایک دفعہ اکٹھی ہوئیں تو آپس میں کہنے لگیں آج ہم میں سے ہر ایک کو اپنے مرد کے متعلق بات کرنی چاہیے۔ ان گیارہ عورتوں نے اپنی اپنی باتیں کیں۔ ایک دوسری سے اپنے دکھ بیان کیے۔ اس میں دو عورتوں نے شکایت ہی یہ کی کہ ان کا شوہر مناسب طریقے سے انہیں جنسی لذت نہیں دے پاتا۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا:

زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ، وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ، وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ۔

''میرا خاوند جب کھانے پر آتا ہے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے اور اگر پیتا ہے تو تلچھٹ تک چڑھا جاتا ہے اور جب سوتا ہے تو الگ تھلگ اپنے بدن کو لپیٹ کر سوتا ہے اور مجھ پر ہاتھ نہیں ڈالتا کہ کسی کا دکھ درد معلوم کر سکے۔''

علامہ وحید الزماں تیسیر الباری میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ ایسا مرد ہے کہ کھاتا بہت زیادہ ہے اور بے شہوت ہے۔ عرب کے ملک میں یہ بہت بڑا عیب گنا جاتا تھا کہ مرد کھائے تو بہت، پر اپنی عورت سے صحبت کرنے میں سست ہو۔ حقیقت میں عورتیں ایسے مرد کو بالکل پسند نہیں کرتیں اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی شکل وصورت سے زیادہ غرض نہیں ہوتی۔ ان کو یہ بات پسند ہے کہ خاوند چست، چالاک، بہادر، جری اور بہت شہوت والا ہو۔ جو اپنی عورت سے دن رات ہنسی کھیل، اختلاط، بوس وکنار اور مزے مزے کی باتیں اور جماع کرتا رہے۔''

اسی طرح دوسری عورت نے اپنے شوہر کا شکوہ ان الفاظ میں کیا:

زَوْجِیْ غَیَایَاءُ عَیَایَاءُ، طَبَّاقَاءُ کُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ۔

''میرا شوہر نامرد ہے اور ایسا احمق کہ بات کرنی نہیں جانتا۔ جتنے بھی عیب ہیں وہ سب اس کے اندر جمع ہیں۔''

جو مرد اپنی بیویوں کے حقوق پورے طور پر ادا نہیں کرتے یا ان کی طرف توجہ نہیں دیتے، ان کی جنسی تسکین پوری کرنے سے آنکھیں چراتے ہیں یا ان کے کام کاج ایسے ہیں کہ کئی کئی ہفتے بیویوں سے علیحدہ دوسرے شہروں میں رہتے ہیں یا نکاح کے بعد بیرون ملک چلے جاتے ہیں اور سالوں بیوی سے دور دیار غیر میں رہتے ہیں، انہیں بیویوں کے متعلق دو صورتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر تو بیوی انتہائی صابر و شاکر عورت ہے اور اس زیادتی کو برداشت کرنے والی ہے تو وہ تڑپ تڑپ کر سلگ کر زندگی کے دن پورے کرلے گی۔ اپنی جنسی خواہشات کو انتظار کی گھڑیوں کی صلیب چڑھا دے گی۔ اگر وہ اپنی شہوت کی آگ پر قابو نہ پا سکی اور اسے منفی راستے بھی میسر آ گئے تو وہ بھٹک جائے گی۔

برائی میں بھی ایک نشہ ہوتا ہے جو اگر لگ جائے تو گھر کے سکون کو برباد کرنے کے ساتھ ساتھ رشتوں کی مضبوط اینٹوں کو بھی اکھاڑ دیتا ہے۔ جو مرد اپنی بیویوں سے طویل عرصہ تک دور رہتے ہیں یا بیرون ملک چلے جاتے ہیں، ان کے گھروں میں بعض دفعہ شیطان یوں حملہ کرتا ہے کہ عفت و عصمت اور شرم و حیاء کے آبگینوں کو چکنا چور کر دیتا ہے۔ جو عورت منفی راستوں پر چل نکلے، مرد کا اسے اپنے قابو میں رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ صاف لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جب شوہر کے علاوہ دیگر افراد سے شناسائی ہو جائے پھر عورت کا اپنے شوہر میں دل نہیں لگے گا۔ یہیں سے بے وفائیاں جنم لیتی ہیں اور شناسائی کو آشنائی میں تبدیل ہوتے ہوئے زیادہ دیر نہیں لگتی۔ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو اخبارات کی زینت بنتی اور زبان زد عام ہوتی رہتی ہیں۔ ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

جس طرح ایک عرصہ مرد اپنی بیوی سے الگ رہے تو اس کا جسم اس سے اپنی جنسی غذا مانگتا ہے، بالکل ایسے ہی عورت بھی جنسی غذا کی طلب گار ہوتی ہے بلکہ اس میں خواہش مرد سے

بڑھ کے ہوتی ہے۔ ابتدائے اسلام میں نکاح متعہ کی اجازت بھی اس لیے دی گئی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کے لیے نکلتے تو عورتوں سے کئی کئی دن دور رہنے کی وجہ سے شدت سے اس کی کو محسوس کرتے تھے۔ متعہ کو اگرچہ بعد میں حرام قرار دے دیا گیا تاہم اس کا مقصد صرف جہاد میں نکلنے والے افراد کو یکسو کرنا تھا کہ ان کے خیالات گھروں کی طرف منتشر نہ ہوں۔ جب مرد اس تنہائی کو محسوس کرتے ہیں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ عورت محسوس نہ کرتی ہو۔ اس کے سینے میں بھی دھڑکنے والا دل ہے۔ وہ صرف اپنے شوہر کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کے آتی ہے، اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو جہاں اس نے بچپن اور بلوغت کے دن گزارے، ان سب یادوں کو الوداع کہہ کے شوہر کے گھر میں آ جاتی ہے۔

اگر یہاں اسے تنہائی ملے گی تو یقینی طور پر وہ چڑ چڑے پن کا شکار ہو جائے گی اور پھر اس کا اکتایا ہوا لہجہ مرد کو بھی آگ بگولا کر دے گا۔ احادیث سے بھی یہ بات پتہ چلتی ہے کہ عورت مرد کے پاس رہنا چاہتی ہے، اس سے دور نہیں رہنا چاہتی۔ اسی لیے مرد کو حکم ہے کہ شادی کے بعد کنواری عورت کے پاس سہاگ رات سے لے کر مسلسل سات راتوں تک رہے اور اگر شوہر دیدہ سے نکاح کیا ہے تو تین دن تک اس کے پاس رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کنواری نہیں تھیں، بیوہ تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن پورے کر لیے اور چوتھے روز صبح کو نکلنے کا ارادہ کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے ہوئے دیکھا تو آپ کو محبت سے پکڑ لیا گویا کہ چاہتی ہوں کہ آپ نہ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا:

إِنْ شِئْتِ زِدْتُكِ وَحَاسَبْتُكِ بِهِ لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيِّبِ ثَلَاثٌ [1]

''اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس زیادہ ٹھہروں گا، اور اس مدت کا حساب بھی رکھوں گا لیکن یہ بات ہے کہ باکرہ کے پاس سات دن اور ثیبہ بیوی کے پاس تین دن ٹھہرا جاتا ہے۔''

یہ حکم خصوصی طور پر ان افراد کے لیے بھی ہے جو ایک سے زائد بیویاں رکھتے ہیں کہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب قدر ماتستحقه البكر والثيب

تین یا سات دن پورے کرنے کے بعد وہ باری مقرر کریں تا کہ چند دنوں کے بعد بیویوں کے پاس آنا جانا رہے اور جن کی پہلی شادی ہے وہ بھی مقررہ دن بیوی کے پاس رہنے کے بعد اپنی مصروفیات یوں ترتیب دیں کہ بیوی کے پاس آنا جانا رہے۔ ایک لمبے عرصے کے لیے بیوی سے الگ رہنا کسی طور پر درست نہیں۔ نبی ﷺ نے اگرچہ بیویوں کے لیے باری مقرر فرمائی تھی لیکن اکثر نماز عصر کے بعد تمام بیویوں کے گھروں میں چکر لگاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلِ فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُوْ مِنْهُنَّ۔[1]

''رسول اللہ ﷺ کو شیرینی اور شہد پسند تھا، پھر جب آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی بیویوں کے پاس آتے اور ہر ایک سے قریب ہوتے۔''

یعنی باری کے علاوہ آپ ﷺ ہر روز عصر کے بعد تمام خواتین کے پاس آتے۔ ان سے دل لگی کی باتیں کرتے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی بیویوں سے کس انداز سے دل لگی کرتے، ذیل کی چند روایات سے اس کی وضاحت ہوتی ہے اور شوہروں کو رہنمائی ملتی ہے۔

❶ حیض کی حالت میں بھی دل لگی:

حیض کی حالت میں مرد کو بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرنے چاہئیں۔ حالتِ حیض میں بیوی سے جماع کرنا ایک سنگین گناہ ہے، لیکن حیض کی حالت میں مرد اپنی بیوی سے دل لگی کی باتیں کر سکتا ہے، اس کے ساتھ سو سکتا ہے، بوس و کنار کر سکتا ہے۔ حیض کی حالت میں نبی ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ سوائے جماع کے ہر طرح کی دل لگی فرمالیا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا، فَأَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِيْ فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الكفارة باب وجوب الكفارة على من حرم امرأته ولم ينو الطلاق

وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ، كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْلِكُ إِرْبَهُ۔[1]

''ہم میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا اور رسول اللہ ﷺ اس سے اختلاط چاہتے تو اسے حکم دیتے کہ اپنے حیض کے غلبے کے وقت ازار پہن لے۔ پھر اس کے ساتھ لیٹ جاتے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو اپنے جذبات پر اس قدر قابو رکھتا ہو جس قدر نبی ﷺ اپنے جذبات پر قابو رکھتے تھے۔''

❷ ایک ہی چادر میں:

جسموں کا یہ قرب درحقیقت ساری رنجشوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے۔ ناراضگی میں جسم اور چہرے الگ الگ ہوتے ہیں، لیکن جب ایک ہی چادر میں دو چاہنے والے بدن سما جائیں تو ناراضگیاں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کا لباس بن جاتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا حسن ہے جو مالک کائنات نے تخلیق فرمایا ہے اور اسے جذبات کی صورت میں انسان کے دل میں ودیعت کیا ہے۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ میاں بیوی میں خواہ کیسی ہی تو تکار ہو جائے لیکن وہ لیٹتے ایک ہی بستر اور ایک ہی چادر میں ہیں۔ ایسے افراد میں ناراضگیاں اور رنجشیں دیر پا نہیں ہوتیں۔ جسموں کے یک جان ہوتے ہی ناراضگیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيصَةٍ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ، فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي، قَالَ: (أَنَفِسْتِ؟) قُلْتُ: نَعَمْ: فَدَعَانِي، فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ۔[2]

''ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک ہی چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ اچانک میں حائضہ ہو گئی۔ میں آہستہ سے سرک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے پہن لیے

---

[1] مختصر صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب مباشرة الحائض

[2] مختصر بخاری، کتاب الحیض باب من سمی النفاس حیضا

تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپ نے مجھے بلایا اور میں اسی چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔''

آپ ﷺ نے حالت حیض میں اپنی بیوی سے کراہت نہیں فرمائی، ان سے جدا نہیں ہوئے بلکہ پاس بلا کے ان کے ساتھ لیٹ گئے۔ سبحان اللہ! یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسوہ ہے کہ جو نفاست اور پاکیزگی میں بے مثال تھے۔ **اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد**

❸ ایک ہی برتن میں:

ایک ہی چادر میں لیٹنا، ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کے مل کر کھانا کھانا اور ایک دوسرے کی پسند کے کپڑے پہننا...... یہ سب پیار و محبت بڑھانے والی باتیں ہیں۔ اسی طرح اکٹھے غسل کرنا بھی دو دلوں کو آپس میں قریب کر دیتا ہے۔ نبی ﷺ شرم و حیاء میں ساری دنیا کے مردوں سے بڑھ کے تھے، بلکہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ تو کنواری لڑکیوں سے سے بڑھ کر حیادار تھے۔ لیکن اپنی بیوی کی دلداری کے لیے اس کے ساتھ اکٹھے غسل فرمالیا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ اُبَادِرُهٗ وَيُبَادِرُنِيْ حَتّٰى يَقُوْلَ دَعِيْ لِيْ وَاَقُوْلُ اَنَا دَعْ لِيْ قَالَ سُوَيْدٌ يُبَادِرُنِيْ وَاُبَادِرُهٗ فَاَقُوْلُ دَعْ لِيْ دَعْ لِيْ۔[1]

''میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ میں چاہتی کہ میں پہلے نہالوں اور آپ ﷺ چاہتے کہ پہلے فارغ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ آپ فرماتے میرے لیے بھی [کچھ پانی] چھوڑ دو، میں بھی کہتی کہ میرے لیے بھی رہنے دیجیے۔ سوید (راوی حدیث) کے بقول آپ ﷺ چاہتے کہ پہلے فارغ ہو جائیں اور میں چاہتی کہ میں پہلے نہالوں۔ اس لیے میں کہتی میرے لیے پانی چھوڑ دیجیے، میرے لیے بھی پانی چھوڑ دیجیے۔''

---

[1] صحیح سنن نسائی، کتاب الغسل، باب اغتسال الرجل والمرأة من نسائه من إناءٍ واحدة

④ پیار بھرے بوسے:

اپنی بیوی کے ہونٹوں اور رخساروں پر بوسہ دینا بیوی کے لیے اظہار محبت ہے اور بیوی سمجھ لیتی ہے کہ میرا شوہر مجھ سے محبت کرتا ہے بلکہ صبح دم جب گھر سے روانہ ہوں تو جانے سے پہلے ایک محبت بھرا بوسہ دے کر گھر سے نکلنا اور دفتر یا کام سے واپسی پر گھر داخل ہوتے ہی پیار سے بیوی کے رخساروں کو چومنا، اسے سینے سے لگانا بیوی کے دل میں محبتوں کے چراغ روشن کر دے گا۔ نبی ﷺ خود بعض دفعہ اپنے گھر سے نکلتے ہوئے اپنی بیویوں کو بوسہ دے لیا کرتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهٖ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هِیَ اِلَّا اَنْتِ فَضَحِکَتْ۔[1]

''نبی ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیا پھر نماز کے لیے نکلے اور وضو نہیں کیا۔ عروہ (سیدہ عائشہ کے بھانجے اور اس حدیث کے راوی) کہتے ہیں میں نے کہا وہ آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کون ہو سکتی ہیں تو آپ ہنسنے لگیں۔

مندرجہ بالا واقعات میں ہم نے نبی کریم ﷺ کی خانگی زندگی کے چند پہلو اپنے محترم قارئین کے گوش گزار کیے ہیں۔ شاید بعض نازک طباع پر یہ باتیں گراں گزریں۔ لیکن غور کیا جائے تو ان کا بیان ناگزیر تھا۔ اس لیے کہ فرمان الٰہی **لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة** کا تقاضا ہی یہ ہے کہ امت کا ہر فرد اپنی زندگی کے ہر موڑ پر اپنے پیارے نبی ﷺ سے رہنمائی حاصل کرے۔ اگر امہات المومنین نبی کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کی کیفیات بیان نہ فرماتیں تو ہم اس بارے میں اندھیرے میں رہتے اور ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے۔ ہماری مقدس و مطہر ماؤں نے ہماری رہنمائی فرمائی۔ یہ ان کا ہم پر احسان عظیم ہے۔

اب جو لوگ مشرقی روایات کے زیر اثر مصنوعی حجاب اور شرم محسوس کرتے ہیں، ان کی یہ شرم و حیا محض تکلف ہے اور کچھ نہیں۔ جن مسائل پر ہم لوگوں کو شرم کرنی چاہئے، ان میں ہم شرم و حیا کا لبادہ اتار پھینکتے ہیں اور جہاں شرم سے کام لینے سے شریعت کی مخالفت ہو رہی ہو،

---

[1] جامع ترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی ترك الوضوء من القبلة

وہاں ہم شرم کرتے ہیں۔ ہماری تو گنگا الٹی بہتی ہے۔

ازدواجی زندگی کے جنسی پہلو کا بیان بہرحال ایک نازک باب ہے۔ ہم نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں قارئین کی بہترین اسلوب کے ساتھ رہنمائی کی جائے۔ ان کی ازدواجی زندگی کا یہ پہلو روشن اور تابناک ہو تا کہ اس کی روشنی میں ان کی زندگی کا سفر خوشگوار ہو سکے۔

سسرال والے!

شادی کے بعد بعض افراد کو اس حوصلہ شکن کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ بیوی شوہر سے اپنے والدین اور میکے والوں کے احترام کا زیادہ تقاضا کرتی ہے جبکہ اپنے سسرال کو ایسا احترام دینے کے لیے تیار نہیں ہوتی یا اپنے خاندان والوں کے آنے پر تو ان کی خوب آؤ بھگت کرتی ہے اور شوہر کے اعزہ واقارب کی آمد پر ناک بھوں چڑھاتی ہے۔ ایسے موقع پر بہت سے لوگ طیش میں آجاتے ہیں۔ وہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنے سسرال والوں پر برس پڑتے ہیں اور یہی چیز جھگڑوں کا سبب بنتی ہے۔ جیسے ہی شوہر کی زبان پر کوئی نازیبا لفظ آتا ہے، بیوی کا پارہ بھی چڑھ جاتا ہے۔

اگر بیوی سوچ بچار سے کام لینے والی نہ ہو تو جلد ہی ایسا لفظ کئی اعتبار سے مزین ہو کر سسرال والوں کے کانوں تک جا پہنچتا ہے اور سسرال والے بھی اگر صبر وتحمل سے کام لینے والے نہ ہوں تو وہ کرید کرید کر اپنی بچی سے ایسے کلمات پوچھتے جائیں گے اور بات بڑھتی جائے گی۔ چنانچہ شوہر و بیوی کا رشتہ جس میں محبت کی عطر بیز خوشبو رچی بسی ہوتی ہے، کانٹوں اور خاردار جھاڑیوں کی مالا بنتا چلا جاتا ہے۔ سسرال والوں کے ہاں شوہر کی عزت نہیں رہتی۔ وہ ان کی نظروں سے گر جاتا ہے اور یہی دکھ دینے والی کیفیت اسے بیوی سے بھی دور کر دیتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس میں کسی حد تک شوہر بھی قصوروار نظر آئے گا۔ وہ اپنی غلط پالیسیوں کی وجہ سے بیوی سے الجھ پڑا ہے۔ شادی کے بعد آدمی کو ایک سیاست دان کی طرح مختلف اعتبار سے پالیسیاں استعمال کرنا پڑتی ہیں اور موقع ومحل کے اعتبار سے حکمت عملی تبدیل کرنی پڑتی ہے۔ جو بندہ بہتر پالیسی ساز نہیں وہ کامیاب شوہر بھی نہیں بن سکتا۔ چنانچہ شوہر اگر چاہتا ہے کہ بیوی اس کے گھر والوں کا احترام کرے تو اسے پہلے بیوی کے گھر والوں کو زیادہ احترام دینا پڑے گا اور پیار ومحبت کے ماحول میں بیوی کی آہستہ آہستہ تربیت کرنا ہوگی۔

آپ زبردستی بیوی سے کسی کا بھی احترام نہیں کروا سکتے۔ سسر کی بات کو والد سمجھ کے اور ساس کے مشورے کو والدہ سمجھ کے قبول کریں۔ اگر کوئی بات بری لگے تو بیوی کے سامنے ان کو قطعاً برا بھلا نہ کہیں۔ ایسے کڑوے گھونٹ یہ سمجھ کر پی لیں کہ آپ کے برا بھلا کہنے سے سارا ماحول تلخ ہو جائے گا۔ پہلے ایک بات ہے بعد میں کئی باتیں کانٹے بن کے دامن سے چمٹ جائیں گی اور اترنے کا نام بھی نہ لیں گی۔ اگر آپ کی بیوی اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو برا بھلا کہے تو آپ اسے سمجھائیں کہ وہ اپنے والدین کی عزت کرے۔ وہ اس کی بہتری کے لیے ہی سب کچھ کہتے اور کرتے ہیں۔

یاد رکھیے اگر آپ نے ایسے موقع پر اپنی بیوی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اس کے والدین کے متعلق کچھ کہہ دیا تو آپ کی بات کو نوٹ کر لیا جائے گا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد آپ کی بیوی اپنی سب باتوں کو بھول جائے گی کہ وہ کیا کیا کہہ رہی تھی اور آپ کی بات یاد رکھے گی۔ آپ سسرال والوں کا احترام کریں گے تو نہ صرف بیوی کا دل جیت لیں گے بلکہ سسرال والے بھی آپ کا احترام کریں گے اور اگر ان سے بھلے طریقے سے پیش نہیں آئیں گے تو نہ بیوی کا دل آپ کی مٹھی میں رہے گا اور نہ سسرال والے دل سے آپ کا احترام کریں گے۔ اگر سسرال والے نیک نیتی سے آپ کو کوئی ایسا مشورہ دیتے ہیں جس میں آپ اپنے لئے بہتری نہیں پاتے تو فوراً انکار مت کریں بلکہ اچھے طریقے سے ایسی بات ٹال دیں۔ بیویاں اپنے گھر والوں کے بارے میں کبھی بھی نہیں چاہتیں کہ ان کی کسی اعتبار سے توہین ہو۔ بطور مثال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ طرز عمل ملاحظہ فرمائیے کہ جس کا ذکر امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْتِيْ قَالَ ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ)) قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا بِيْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَمَ النَّاسُ بِأَوَّلِ مَنْ يَقُوْمُ فِيْ مَقَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ ((لِيُصَلِّ

بِالنَّاسِ أَبُوْ بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ)) ۔[1]

بحالت مرض الموت جب رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں؟ جس پر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت نرم دل ہیں۔ وہ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ نکلتی ہیں۔ ان کے ماسوا کسی اور کو امامت کا حکم دیں تو مناسب ہوگا اور اللہ کی قسم میں نے یہ اس لیے کہا کہ لوگ میرے والد کو منحوس نہ سمجھیں کہ یہی وہ شخص ہے جو پہلے پہل رسول اکرم کا خلیفہ اور قائم مقام ہوا تھا۔ میں نے دو تین مرتبہ نبی ﷺ کو والد بزرگوار کی امامت سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن رسول اکرم ﷺ نے یہی فیصلہ دیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی امامت کروائیں گے اور تم خواتین حضرت یوسف علیہ السلام کی خواتین کی مانند ہو۔

آپ نے غور کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے امامت کروانے کا مشورہ دیا اور مقصد یہ بیان کیا کہ کہیں لوگ میرے والد کو منحوس نہ سمجھنے لگ جائیں۔ یہ عورت کی اپنے خاندان سے محبت ہے کہ شوہر کو ہر اس کام سے روکنے کی کوشش کرے گی جس میں اس کے گھر والوں پر حرف آئے اور ہر اس کام کے کرنے کا مشورہ دے گی جس میں ان کی عزت بنے۔

سسرال والوں کو برا بھلا کہنے کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ بیوی کے دل سے شوہر کی محبت کم ہو جاتی ہے۔ انسان سسرال کی نظروں سے گر جاتا ہے اور ایک دوسرے کو رسوا کرنے کا سلسلہ چل نکلتا ہے اور یوں کھینچا تانی کی اس کیفیت میں محبت کی ناؤ زہریلے پانیوں میں ڈوبنے لگتی ہے، جس سے زندگی زہرناک ہو جاتی ہے۔

✧✧✧

[1] صحيح مسلم كتاب الصلاة باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض وسفر وغيرهما

عمر کے فرق کو سمجھئے!

چند لمحات کیلئے اپنے ماضی پر نظر ڈالیے۔ کیا آج سے دس سال قبل آپ اس قدر تجربہ کار تھے، جتنے اب ہیں؟ موقع و محل کے اعتبار سے ذہن کو استعمال کرنے کی استعداد عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے۔ دس سال قبل آپ سے کچھ غلطیاں سرزد ہوتی رہی ہیں مگر اب نہیں ہوتیں۔ اس لیے کہ آپ ان کی وجوہات سمجھ چکے ہیں، بالفاظ دیگر آپ اب تجربہ کار ہیں۔ اگر آپ کی بیوی آپ سے عمر میں چھوٹی ہے تو عمر کے اس فرق کو سمجھئے۔ اس سے کئی غلطیاں تجربے میں کمی کی وجہ سے ہو رہی ہیں، وہ ہر کام صحیح طور پر اور سلیقہ سے کرنا چاہتی ہے، لیکن پھر بھی اس سے غلطی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ تجربہ کار نہیں اس کی عمر چھوٹی ہے۔ مشہور مصنف اور ماہر نفسیات ڈیل کارنیگی نے اپنی کتاب ''زندگی سے لطف اٹھایئے'' میں ایک جگہ اپنا ایک واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''کچھ سال پہلے میری بھتیجی جوزفین کارکانسس شہر میں واقع اپنا گھر چھوڑ کر میری سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے نیویارک آ کر رہنے لگی۔ وہ ۱۹ سال کی تھی۔ تین سال پہلے وہ ہائی سکول کی تعلیم سے فارغ ہو گئی تھی۔ کاروباری لحاظ سے اس کا علم نہایت ہی محدود تھا۔ آج وہ سوئس (SUEZ) کی بہترین سیکرٹریوں میں شمار ہوتی ہے۔ مگر شروع میں اس کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ ایک مرتبہ جب میں اس پر تنقید کرنے لگا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: ''ایک منٹ ٹھہرو...... ڈیل کارنے، ایک منٹ ٹھہرو، تم جوزفین سے عمر میں دوگنا بڑے ہو۔ تمہیں ایسے کاروباری معاملات سے ہزاروں مرتبہ واسطہ پڑا ہے، اس میدان میں نیا قدم رکھنے والی لڑکی سے تم اپنے مطابق سوچنے کی توقع کیونکر رکھ سکتے ہو؟ اور ایک منٹ ٹھہرو ڈیل، جب تم ۱۹ برس کے ہوتے تھے تو کیا کیا کرتے تھے۔ اپنی ان غلطیوں کو یاد کرو جو تم اس عمر میں کیا کرتے تھے۔''

یہ سوچنے کے بعد میں نے اخذ کیا کہ جوزفین ۱۹ سال کی عمر میں بہت کم غلطیاں

کرتی ہے۔ اس عمر میں تو میں اس سے بھی زیادہ غلطیاں کیا کرتا تھا۔ مجھے افسوس ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ جوزفین زیادہ شکایت کا موقع نہیں دے رہی۔

اس کے بعد جب میں جوزفین کی توجہ کسی غلطی کی طرف دلاتا تو میں اس طرح گفتگو کی ابتدا کرتا: ''دیکھو جوزفین تم نے غلطی کی ہے مگر میں اس عمر میں تم سے بھی بڑی غلطیاں کر جاتا تھا۔ تم سب کچھ سیکھ کر تو پیدا نہیں ہوئی ہو۔ سب کچھ تجربے سے سیکھا جاتا ہے اور تم عمر میں میرے مقابلے میں بہت بہتر ہو۔ میں تم پر یا کسی بھی دوسرے شخص پر تنقید کرنے میں شرم محسوس کرتا ہوں۔ اگر ہم اس طرح سے کام کرلیں تو یہ بہتر ہوگا۔ یہ بہتر ہے کہ دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے ہم اپنے آپ پر نگاہ دوڑا لیں۔''[1]

ہم اپنے بیوی بچوں کو بعض دفعہ نافرمان قرار دے کر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کی مرکزی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے بچوں سے اپنی عمر کا تجربہ اور سلیقہ مانگتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اس عمر میں ہم کیا تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی چھوٹی عمر میں ہوئی اور ان سے عمر کی وجہ سے بعض دفعہ یہ کوتاہی سرزد ہوتی کہ آٹا گوندھ کے رکھتیں اور بکری آ کے کھا جاتی۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بریرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِينِ فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ[2]

''وہ ایک چھوٹی عمر کی لڑکی ہے۔ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری اسے آ کر کھا جاتی ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی سے کہیں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے آٹا کھا جانے کی وجہ سے انہیں جھڑکا ہو یا ڈانٹ ڈپٹ کی ہو۔ جو چیز شریعت سے متصادم نہیں ہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت نرمی کی ہے۔ عمر کے فرق کو سامنے رکھتے ہوئے چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کی عادت بنا لینی چاہیے۔ اگر آپ ہر غلطی پکڑ کے بیٹھ جائیں گے تو زندگی وبال جان بن جائے گی۔

---

[1] اپنی زندگی سے لطف اٹھائیے، ڈیل کارنیگی، صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱

[2] مختصر بخاری، کتاب الشهادات باب تعديل النساء بعضهن بعضها

خوشگوار گھریلو زندگی کے لیے چند راہنما اصول

گھریلو زندگی میں ہمیشہ افہام و تفہیم کی فضا قائم کرتے ہوئے درمیانی راستہ نکالنا چاہیے جس سے دوسرا فریق محسوس کرے کہ اس کی بات بھی مانی جارہی ہے۔اس ضمن میں چند باتیں قابل توجہ ہیں:

❶ آپ بحث میں نہیں جیت سکتے:

بعض گھروں میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بحث ومباحثہ جاری رہتا ہے۔شوہر اپنا موقف درست ثابت کرنے کے لیے ڈٹا ہوا ہے اور بیوی اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دلائل دے رہی ہے۔ بحث میں اگر تھوڑی سی گرمی آجائے تو بات لڑائی میں بدل جاتی ہے۔ پھر طعنے شروع ہو جاتے ہیں اور نتیجہ ناراضگی کی صورت میں نکلتا ہے۔یقین کیجئے آپ بحث میں جیت نہیں سکتے۔ کیونکہ اگر بحث میں ہار گئے تو بھی ہار گئے اور اگر جیت گئے تو بھی ہار گئے۔ کیسے؟ فرض کریں کہ آپ نے بحث جیت لی ہے تو پھر کیا ہوگا؟ آپ بہت خوشی محسوس کریں گے،لیکن فریق مخالف کے بارے میں کیا خیال ہے جو ہار گیا ہے۔ وہ کوئی غیر تو نہیں۔آپ کا اپنا ہے۔آپ کے وجود کا حصہ ہے۔آپ نے اسے کم تر ہونے کا احساس دلایا ہے، آپ نے اس کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے اور اسے آپ کی جیت سے ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی بلکہ وہ آپ پر پیچ وتاب کھا رہا ہے اور عین ممکن ہے وہ اپنی اس شکست کا اظہار ناراضگی یا بدزبانی یا کسی بھی انداز سے کردے اور یوں ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ آپ بیوی کو اپنے قریب کرنا چاہتے ہیں تو بحث ومباحثہ سے بچیں۔حتی المقدور عفو و درگزر سے کام لیں اور سمجھانے کے لیے نرم اور خوشگوار لہجے میں گفتگو کریں۔آپ کے چہرے پر تناؤ کی بجائے ہلکی ہلکی مسکراہٹ ہو۔آپ کی صرف زبان باتیں نہ کر رہی ہو بلکہ آپ کی آنکھیں بھی

گفتگو کر رہی ہوں۔ پھر دیکھئے کہ آپ کی بیوی آپ کو اس کا کتنا خوبصورت ردعمل دے گی۔

❷ بیوی کی دل چسپیوں کو سامنے رکھ کے بات کریں:

ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے کوئی ایسا فرد مل جائے جو ان اُمور میں دل چسپی لیتا ہو جن میں اسے بھی دل چسپی ہے اور جب ایسا بندہ مل جائے تو وہ اسے ہم خیال کہتا ہے۔ یہی خواہش میاں بیوی کی بھی ہوتی ہے۔ بعض لوگ دو مہینوں میں دوسروں کی دل چسپیوں میں حصہ لے کر ان کے اتنا قریب آ جاتے ہیں کہ صرف اپنے آپ میں دل چسپی لینے والے دو سال میں بھی ایسا نہیں کر پاتے۔ ایک دوسرے کی دل چسپیوں میں حصہ لینے والے آپس میں گہرے دوست بن جاتے ہیں۔ اگر آپ بیوی سے گہری دوستی چاہتے ہیں تو غور کریں کہ بیوی کی پسندیدہ چیزیں کون سی ہیں یا کن چیزوں کے متعلق آپ کی بیوی کی معلومات زیادہ ہیں۔ آپ ان چیزوں میں دل چسپی لینے کے ساتھ ساتھ بیوی سے کبھی کبھار ایسے امور پر گفتگو کریں۔ آپ اس کے شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ پسندیدہ دوست بھی بن جائیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے طریقے کو اختیار کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، اَوْ حُنَيْنٍ، وَفِيْ سَهْوَتِهَا، سِتْرٌ، فَهَبَّتْ رِيْحٌ فَكَشَفَ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ، فَقَالَ: ((مَاهٰذَا يَا عَائِشَةُ؟)) قَالَتْ: بَنَاتِيْ وَرَاٰى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَّهٗ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ، فَقَالَ: ((مَا هٰذَا الَّذِيْ اَرٰى وَسْطَهُنَّ؟)) قَالَتْ: فَرَسٌ، قَالَ: ((وَمَا الَّذِيْ عَلَيْهِ؟)) قَالَتْ: جَنَاحَانِ: قَالَ: ((فَرَسٌ لَهٗ جَنَاحَانِ؟)) قَالَتْ: اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَّهَا اَجْنِحَةٌ؟ قَالَتْ: فَضَحِكَ حَتّٰى رَاَيْتُ نَوَاجِذَهٗ۔[1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک یا جنگ حنین سے واپس لوٹے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوا چلی، تو اس سے پردے کا کنارا سرکا اور عائشہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء الفصل الثانی وقال الالبانی صحیح

رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا، میری گڑیاں ہیں۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے ٹکڑوں سے بنے ہوئے دو پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، گڑیوں کے درمیان یہ کیا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا یہ گھوڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: گھوڑے کے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے بتایا، دو پر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا گھوڑوں کے بھی پر ہوتے ہیں؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس دو گھوڑے تھے جن کے پر تھے (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیوں کا مشاہدہ کیا۔''

غور فرمائیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلونوں اور گڑیوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اپنی بیوی سے دل لگی کے لیے کھلونوں پر بات چیت فرما رہے ہیں۔

③ ضرورت بن جائیے!

آپ اپنے مشاہدے کی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بغور جائزہ لیں کہ آپ کی بیوی کی اکثر ضروریات کون سی ہیں اور اہم ترین خواہشات کون سی ہیں اور کہاں اور کیسے پوری ہوسکتی ہیں۔ بیڈروم میں، کچن میں، ڈرائنگ روم میں، گھر اور گھر کے باہر اس کی کون کون سی ضرورتیں ہیں۔ اگر وہ شریعت سے متصادم نہیں ہیں تو ان کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کیجئے۔ آپ اس کی ضرورت پوری کریں گے تو وہ آپ کی ضرورت پوری کرے گی۔ جیسے جیسے ضرورتیں پوری ہوتی جائیں گی، محبت بھی گہری ہوتی جائے گی۔ بعض دفعہ مفلس اور کم خوبصورت شوہر بھی بیوی کے لیے محبوب نظر ہوتے ہیں۔ بیویاں ان پر جان نثار کرتی ہیں، اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی کمیوں کو خارجی عوامل سے پورا کر لیتے ہیں۔ ضرورت جتنی زیادہ شدید ہوگی اور جتنی متواتر ہوگی فریق ثانی کی طرف سے محبت بھی اتنی ہی بڑھتی جائے گی۔ رفع ضرورت جیسے جیسے عادت بنتی جائے گی، فریق ثانی اسی پیمانہ سے محبت میں بڑھتا جائے گا۔

4 فیصلہ تیرا اور مشورہ اس کا:

فرض کیجئے آپ کے کسی عزیز نے آپ کی دعوت کی ہے۔ وہاں جانے نہ جانے کا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ جانے سے پہلے اپنی بیوی سے یوں مشورہ لے لیں کہ ہمیں گھر سے کب نکلنا چاہیے، وہاں دوست کو کیا گفٹ دینا ہے۔ آپ مجھے سوچ کر بتاؤ کہ کون سی چیز مناسب رہے گی۔ جب مشورہ دینے والی بیوی ہوگی تو وہ نہ صرف آپ کے ساتھ تعاون کرے گی بلکہ اپنی اہمیت بھی محسوس کرے گی اور یوں تعاون کا ایک سلسلہ چل پڑے گا۔ یہ بات صحیح نہیں کہ عورت سے قطعی مشورہ لینا ہی نہیں چاہیے، آپ ان امور میں بھی تو مشورہ لے سکتے ہیں جن میں اس کی فراست تیز ہے، مثلاً کپڑوں کے رنگ میں، آج کیا پکانا چاہیے دیگر گھریلو کام کاج وغیرہ۔ عورت سے مشورہ لینا مرد کی توہین نہیں ہے۔ مشورے سے زندگی گزرے تو اچھی گزرے گی۔ ایسے گھر میں اللہ تعالیٰ اتفاق کی وجہ سے برکت بھی ڈال دیتے ہیں۔

اسوۂ رسول ﷺ سے بھی ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے، کہ نبی کریم ﷺ مختلف امور میں اپنی ازواج مطہرات سے نہ صرف مشورہ کرتے بلکہ بسا اوقات ان کے مشورے پر عمل بھی فرماتے۔ تفصیل میں جائے بغیر اس کی ایک مثال قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب معاہدہ صلح لکھا جا چکا تھا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل بوجھل اور آزردہ تھے، اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اپنے جانور قربان کر دو۔ اس ماحول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی بات تو سنی لیکن کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ حکم فرمایا۔ اپنے جان نثاروں کی مایوسی اور پریشانی دیکھ کر آپ ﷺ اپنی اہلیہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ فرمایا۔ ام المومنین اپنی ذہانت و فطانت اور دور اندیشی میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ انہوں نے جب اپنے سرتاج کو پریشان دیکھا تو ساری صورت حال سے آگاہی حاصل کی۔ پھر فرمانے لگیں کہ یا رسول اللہ! آپ باہر تشریف لے جائیے اور کسی سے کچھ کہے بغیر اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائیے اور اپنی حجامت بنوا لیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے

مشورے پر حرف بہ حرف عمل فرمایا۔ آپ کے قربانی کرنے کی دیر تھی کہ حضرات صحابہ بھی اپنے جانور ذبح کرنے لگے اور ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔

اب آپ اس واقعے پر غور فرمائیے کہ اپنی بیوی سے مشورہ کرنے والی ہستی کوئی عام انسان نہیں بلکہ سید البشر ﷺ تھے۔ وہ تھے کہ جن، پہ براہ راست وحی کا نزول ہوتا تھا۔ جو اپنی مرضی سے بولتے بھی نہیں تھے لیکن انہوں نے بھی اپنی بیوی سے نہ صرف یہ کہ مشورہ کیا بلکہ اس پر عمل بھی فرمایا۔ پھر ان کی اہلیہ کے مشورے کی اصابت بھی ملاحظہ فرمائیے کہ نبی کریم ﷺ جو چاہتے تھے، وہی ہوا۔ اس لیے وہ مرد جو شوہر ہونے کے زعم میں مبتلا رہتے ہیں، اپنی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے اور کسی معاملے میں ان کی بیوی اپنی رائے کا اظہار کر دے تو اسے سختی سے ٹوک دیتے ہیں، انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ اپنے رویوں میں تبدیلی پیدا کرنی چاہئے۔ عین ممکن ہے کہ ان کی بیوی کا مشورہ انہیں کسی مشکل سے نجات دے دے اور ان کی زندگی سنور جائے۔

❺ تنقید کی بجائے حوصلہ افزائی:

ایک بیوی نے کہا: میرے پاس تعلیم ہے، سلیقہ ہے، میں امور خانہ داری کی ماہر ہوں اور خوبصورت ہوں۔ تمہارے پاس کیا ہے؟

شوہر نے برجستہ جواب دیا ''میرے پاس تم ہو۔''

آپ سمجھ سکتے ہیں اس خوبصورت جواب نے کس طرح گھر کا موسم بدل دیا ہوگا۔ اگر شوہر بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتا اور اس پر تنقید کے تیر چلاتا تو معاملہ بگڑ جاتا۔ بیوی کو غلط کہنے کے لیے بھی ممکن حد تک اچھے الفاظ کا انتخاب کریں۔ اگر آپ اسے کہہ دیں کہ وہ غلط ہے تو کیا آپ اسے اپنے ساتھ متفق کر لیں گے؟ کبھی نہیں اس لیے کہ آپ نے اس کی ذہانت اور عزت نفس کو مجروح کیا ہے اور یہی چیز وہ آپ کو بھی لوٹا دے گی۔ اس کے بعد آپ اس پر افلاطون کی منطق استعمال کر لیں تو بھی آپ اس کے خیالات بدل نہیں سکتے، کیونکہ آپ اس کے جذبات مجروح کر چکے ہیں۔ سمجھانے کے لیے آپ فوراً بیوی کو غلط نہ کہیں، اس سے اس کی

عزت نفس کو ٹھیس پہنچے گی بلکہ سمجھانے کے لیے کوئی مناسب موقع تلاش کریں اور اگر فوراً کہنا چاہتے ہیں تو یوں کہیں ''اگر اس کام کو اس انداز سے کیا جاتا تو مزید اچھا ہوتا۔''

اس مصلحت آمیز اسلوب گفتگو سے آپ کی عزت ووقار میں کمی نہیں ہوگی۔ البتہ آپ کی ازدواجی زندگی ضرور خوشگوار ہو جائے گی۔ اگر آپ کو صرف اپنی گفتگو درست کرنے سے یہ خوشیاں حاصل ہو جائیں تو اور آپ کس چیز کی خواہش کریں گے؟

❻ نظر انداز کریں:

ایک دوست مجھے کہنے لگے شادی کو تین سال کا عرصہ گزر گیا ہے لیکن ہمارے گھر میں لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد ختم ہونے کو نہیں آتا اور وجہ یہ بتائی کہ میری بیوی اور والدہ آپس میں کسی بات پر بحث وتکرار کرنے لگ جائیں تو میں بیوی کو سختی سے جھڑک دیتا ہوں۔ میرے ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے ہم میاں بیوی میں کئی کئی دن تک ناراضگی چلتی رہتی ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کی بیوی اور والدہ میں اس مسئلہ پر کتنے دن ناراضگی رہتی ہے؟ اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بتایا کہ میرا خیال ہے آدھا گھنٹہ۔ تقریباً اتنے وقت کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھی باتیں کررہی ہوتی ہیں، جیسے ان میں کبھی بحث ہی نہ ہوئی ہو۔

میں نے اسے بتایا کہ ساس بہو کی لڑائی میں آپ کسی فریق کا ساتھی نہ بنیں بلکہ ہو سکے تو اس وقت اپنے کسی کام میں لگ جائیں یا گھر سے باہر چلے جائیں۔ تھوڑے دنوں کے اس عمل نے ان کی لڑائی کو آدھے سے بھی کم کر دیا۔ گھر کے اندر ''نظر انداز کرو'' کا اصول اپنا کر بہت سی پریشانیوں سے بچا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر بیوی کوئی ایسا کام کررہی ہے جس میں آپ کا نقصان نہیں ہے تو بلاوجہ اس میں مداخلت مت کریں۔ دیکھیں اور گزر جائیں۔ ''نقصان پہنچاؤ نہ اٹھاؤ'' کا اصول انتہائی کارگر ہے۔

✧✧✧

آسائشیں...... جو ازدواجی سکون نہ دے سکیں!

اس باب میں ہم ایک ایسے گھرانے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم تھا اور ہر طرح کی دنیاوی سہولتیں ان کے گھر میں موجود تھیں، دنیا کا مہنگے سے مہنگا سامان خریدنے پر وہ قادر تھے، لیکن ازدواجی زندگی میں وہ قدم قدم پر زہر کے گھونٹ پیتے رہے۔ انہیں مال و دولت اور جائیدادیں گھریلو خوشیاں نہ دے سکیں۔ ان کے گھر کا ماحول اذیت ناک رہا اور وہ ازدواجی اعتبار سے ناکام جوڑے شمار ہوئے۔ وہ ان غریب گھرانوں کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے، جہاں غربت وافلاس کے باوجود، درودیوار سے خوشیوں کے پھول جھڑتے دکھائی دیتے تھے، جو سوکھی روٹی کے نوالے محبت بھرے انداز میں ایک دوسرے کے منہ میں ڈال کے صبر وشکر سے زندگی گزار دیتے تھے، یہاں ہم ان پہلوؤں پر ایک نظر ڈالیں گے جو امیر ترین گھروں میں تلخیوں کا بیج بونے کا سبب بنے، جنھوں نے محبت بھری نظروں میں کڑواہٹ بھر دی اور ہر طرح کی دنیاوی آسائش ہونے کے باوجود گھر کو جہنم بنا دیا۔ آیئے ان اونچے گھروں کی بلند و بالا فصیلوں سے ان کے اندر جھانکیں تاکہ ہمیں پتہ چل سکے کہ بظاہر مسرور و مطمئن نظر آنے والے یہ لوگ حقیقت میں کس قدر پریشان ہیں۔

شہزادہ چارلس اور لیڈی ڈیانا

۲۹ جولائی ۱۹۸۱ء بروز بدھ برطانیہ کے ولی عہد شہزادہ چارلس اور لیڈی ڈیانا برطانیہ کی تاریخ میں انتہائی پرشکوہ اور عوامی جوش وجذبے سے تقریب شادی میں ازدواجی رشتے میں بندھ گئے۔ سینٹ پال کے قدیم تاریخی گرجا گھر میں آرچ بشپ ڈاکٹر رابرٹ کے سامنے شہزادہ چارلس اور ڈیانا نے ایجاب وقبول کیا۔ اس وقت گرجا گھر کے باہر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ شہزادہ چارلس اور لیڈی ڈیانا نے تاحیات ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک

دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے اور ایک دوسرے کا احترام کرنے کا عہد کیا۔ شہزادہ چارلس نے لیڈی ڈیانا کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی پہنا کر اس پر مہر ثبت کی۔ وہ انگوٹھی سونے کے اس ڈلے سے تیار کی گئی تھی جس ڈلے سے شہزادہ چارلس کی نانی مادر ملکہ ان کی والدہ ملکہ الزبتھ ثانی، شہزادی مارگریٹ اور شہزادی این کی شادی کی انگوٹھیاں تیار کی گئیں تھیں۔

شہزادہ چارلس شاہی بحریہ کے کمانڈر کی پوری وردی میں ملبوس تھے۔ ایک طرف تلوار لگی ہوئی تھی اور سینے پر تمغے چمک رہے تھے۔ اس لمحے ایسا لگتا تھا کہ پوری قوم اپنے تمام سنگین اقتصادی مسائل، سیاسی تصفیوں اور دوسری پریشانیوں کو بھلا کر شادی میں مگن ہو گئی ہے۔ دنیا بھر میں ۷۵ کروڑ افراد نے اس شادی کی تقریب ٹیلی ویژن پر دیکھی۔

شادی کے کچھ عرصہ بعد لیڈی ڈیانا پر ایک انکشاف ہوا کہ شہزادہ چارلس اپنے سے بڑی عمر کی ایک عورت کمیلا پارکر کے عشق مین گھرا ہوا ہے۔ شہزادہ چارلس ہر ویک اینڈ پر اس عورت سے باقاعدہ ملاقات کرتا ہے اور یہ ملاقات شاہی رہائش کے ایک خفیہ حصے میں ہوتی ہے۔ وہ اس عورت کے ساتھ ایک رات اور دن پورا گزارتا ہے۔ شہزادی ڈیانا نے اس جگہ کا پتہ معلوم کر لیا جہاں وہ دونوں ملتے تھے اور راتیں گزراتے تھے۔ شہزادی جب اس رہائش گاہ میں جاتی تو وہ اپنے آپ کو کمتر اور چھوٹا محسوس کرتی اور بے معنی سمجھتی۔ جب شہزادہ چارلس اور وہ عورت آپس میں ملتے اور رات گزارتے تو ڈیانا ان کے ملنے کے بعد اس کمرے میں جاتی تو اسے کمرے کی ہر چیز اپنی جگہ پر نہ ملتی اور وہ عورت ہر چیز کو الٹ پلٹ کر کے اپنی مرضی سے ترتیب دیتی۔ اسی طرح وہ اپنی انا کی تسکین کرتی تھی۔ شہزادی کو ان تمام چیزوں اور اس کمرے سے اس عورت کی نحوست کی بو آتی تھی یہاں تک کہ وہ گل دستے جو وہاں موجود ہوتے، ان کو چھونے سے گریز کرتی کیونکہ ڈیانا کا خیال تھا ان کے کناروں کو کمیلا کے ہونٹوں نے چھوا ہو گا۔ ڈیانا یہ سب کچھ دیکھ کر خون کے آنسو روتی اور اس نے کئی دفعہ کمیلا پارکر سے جا کے خفیہ ملاقات کی کہ وہ چارلس کا پیچھا چھوڑ دے۔ کمیلا ایسا کرنے پر راضی ہوئی تو چارلس نے کمیلا پارکر کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اس طرح ڈیانا کی ازدواجی زندگی ویران سے ویران تر ہوتی گئی اور ڈیانا اس سے بہت دور ہوتی گئی۔

میڈیا نے کمیلا پارکر اور چارلس کے معاشقے کو خوب اچھالا اور شہزادہ چارلس کو اپنی روش سے ہٹانے کے لئے کافی کوشش کی اور اس میں میڈیا ڈیانا کا ساتھ دیتا رہا۔ اخباروں نے کمیلا پارکر اور چارلس کی ملاقاتوں کی داستانیں اہتمام سے شائع کیں۔ اس طرح برطانیہ کی عوام میں شہزادی ڈیانا کے لئے ایک نرم گوشہ پیدا ہو گیا۔ شہزادی سب کچھ جاننے کے بعد بہت کچھ برداشت کرتی رہی اور اس نے صبر کی حد کر دی۔ پریس میں چارلس کے خلاف بیان بازی ہو رہی تھی۔ ڈیانا نے اس موقع پر نہایت خاموشی اختیار کی اور پریس سے دور رہی لیکن پریس کے دماغ پر چارلس ڈیانا کا مستقل موضوع سوار تھا اور انہوں نے چارلس ڈیانا تعلقات کو اپنا موضوع بنائے رکھا۔

چارلس کے متعلق اخباری داستانوں نے ڈیانا کو کافی اذیت پہنچائی۔ پہلے شہزادی اپنے تصورات میں اپنے آپ کو شاہی محل سے باہر کی مخلوق سمجھتی تھی۔ چارلس کی داستانوں نے ڈیانا کو عملی طور پر محل سے باہر کھڑا کر دیا اور مجبور ہو کر شاہی محل سے باہر نکلنے لگی کیونکہ شاہی خاندان بڑی تیزی سے خراب حالات پیدا کر رہا تھا۔ ڈیانا کو جب حد سے زیادہ ستایا گیا تو وہ بھی کوشش کرنے لگی کہ وہ شاہی دیواروں میں نہ رہے اور آزاد ہو جائے۔ جب شہزادہ اینڈریو سے سارہ فرگوسن کی شادی ہوئی تو شاہی خاندان کی توجہ کا مرکز سارہ ہو گئی اور شہزادی ڈیانا کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا سارہ کو عوامی سطح پر ڈیانا جیسی پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ اس لئے اس نے شاہی خاندان میں اپنے تعلقات مضبوط کرنے شروع کر دیے۔ وہ شاہی خاندان کی ساری ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ وہ ان کی منظور نظر بن گئی اور ڈیانا ان کی نظروں سے گر گئی۔

چارلس کی ڈیانا میں عدم دلچسپی کی وجہ سے ڈیانا ذہنی مریض بن گئی اور اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگی۔ محل میں اسے تنہائی نے ڈسنا شروع کر دیا اور شاہی محل میں وہ محبوس روح بن گئی۔ برطانوی پریس نے بھی ڈیانا کے خلاف لکھا کہ ڈیانا اب شاہی محل میں رہنے کے قابل نہیں۔ لہٰذا چارلس کو طلاق دے دینی چاہیے۔ آخر کار چارلس نے ڈیانا کو طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا۔ شہزادی ڈیانا چارلس کی ہٹ دھرمی اور تذلیل سے تنگ آ چکی تھی پھر بھی اس نے طلاق سے بچنے کی

کوشش کی مگر حالات نے مجبور کر دیا کہ وہ طلاق کے کاغذات پر دستخط کر دے۔ آخر کار ۲۸ اگست ۱۹۹۶ء میں ڈیانا نے طلاق کے کاغذات پر دستخط کر دیئے اور شہزادہ چارلس سے الگ ہوگئی۔ ڈیانا کے دو بیٹے چارلس کی تربیت میں رہے۔ طلاق کے بعد ڈیانا تنہا تھی، اس نے اپنی تنہائی ختم کرنے کیلئے مردوں کا سہارا لینا شروع کر دیا اور اپنے آپ کو مصروف رکھنے کیلئے فلاحی اور سماجی کاموں میں دلچسپی بڑھادی۔

ڈیانا نے طلاق کے بعد امریکہ اور اٹلی کے مصروف دورے کیے اور مختلف فلاحی اداروں کی تقریبات میں شرکت کی۔ ڈیانا ابھی تک تنہا تھی۔ اس دوران ۱۹۹۷ء کے اوائل میں اس نے پاکستان کا دورہ کیا۔ وہ شوکت خانم ہسپتال لاہور بھی گئی۔

ڈیانا کی طلاق کی اہم وجوہات میں سب سے بڑا کردار کمیلا پارکر کا تھا جس نے ڈیانا کی ازدواجی زندگی کو اجیرن کر دیا تھا اور شہزادہ چارلس کو اسیر بنالیا۔ وہ شادی کے بعد بھی اس کی اسیری سے نہ نکل سکا۔ کمیلا پارکر نے تو کوشش کی تھی شہزادہ چارلس کی شادی اس سے ہو جائے لیکن جب وہ اس گیم میں ہار گئی تو اس نے ڈیانا کی زندگی کو اجیرن بنانے کی ٹھان لی اور آخر کار چارلس کی زندگی سے اسے نکال باہر کیا۔ اس کے علاوہ چارلس کی ہٹ دھرمی طلاق کی نوبت تک آئی اور ڈیانا کے لوافیئر بھی طلاق میں مددگار ثابت ہوئے جو کہ اس نے چارلس سے انتقام لینے کے لئے کئے تھے۔ (شہزادی ڈیانا، از کے ایچ تارڑ لندن)

ناکام ازدواجی زندگی کی وجوہات:

قارئین! اس مشہور فیملی میں بھی ازدواجی خوشیوں کی ناکامی یہی بات بنی ہے کہ ڈیانا کا شوہر غیر عورتوں سے تعلقات رکھتا تھا۔ اس کی بیوی ڈیانا تھی لیکن وہ کمیلا کے سحر میں گرفتار رہا۔ شہزادی نے جو غیر مردوں سے راہ و رسم بڑھائے وہ چارلس کی غلط حرکات کی وجہ سے انتقامی جذبات کا نتیجہ تھے۔ یہاں اس بات کا بھی پتہ چلا کہ جو شخص اپنی بیوی پر توجہ نہیں دیتا، اس کی بیوی مرد کی توجہ حاصل کرنے کیلئے کوئی بھی راہ ڈھونڈ سکتی ہے اور یہی چیز خانگی زندگی کو برباد کر دیتی ہے۔ اس لئے کامیاب گھریلو زندگی کیلئے ضروری ہے کہ مرد اپنی بیوی پر بھرپور توجہ

دے۔ وہ اپنے دل میں صرف بیوی کو بسائے، غیر عورتوں کا خیال چھوڑ دے۔

چند خوشحال گھرانے:

پچھلے صفحات میں ہم ایک مشہور اور ازدواجی اعتبار سے ناکام گھرانے کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ اب ہم چند ایسے جوڑوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی ازدواجی زندگی مثالی تھی۔

❶ یہاں ہمیں اس اصول کا پتہ چلا کہ مرد اگر شادی کے بعد بیوی کی موجودگی میں دیگر خواتین سے بھی تعلق رکھے تو بیوی کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ باہر کی عورتیں جہاں اس کی اخلاقیات کا جنازہ نکال دیتی ہیں وہاں ازدواجی زندگی کا بھی کباڑہ کر دیتی ہیں۔ ایسے افراد پھر گھریلو خوشیوں کی تلاش میں ترستے رہتے ہیں، بے وفا عورتوں کی زلفوں کے سائے تلے سکون ڈھونڈتے ہیں، لیکن ایک وقت گزرنے کے بعد وہ گھر کے رہتے ہیں نہ گھاٹ کے۔ اسلام نے تو نکاح کا مقصد ہی یہ بتایا ہے کہ اس سے نظر میں پاکیزگی آجاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔[1]

''اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرلے اس لیے کہ نکاح نظر کو نیچا کرتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔''

اسلام نے نکاح کا یہ خاصہ ذکر کیا ہے کہ بندے کی نظر میں پاکیزگی آجاتی ہے اور اس کی نظر ایک بیوی پر مرکوز ہوجاتی ہے اور مسلمان کو اس بات کی نصیحت کی ہے کہ وہ نکاح کرکے دیگر ذرائع کو چھوڑ دے جن سے شرمگاہ محفوظ نہیں رہتی۔

❷ جو مرد بیوی پر توجہ نہیں دے گا' بیوی اس سے دور ہوجائے گی۔ وہ سمجھے گی کہ شوہر کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ کئی شکوک وشبہات اس کے ذہن میں آسکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے یہ بات ملتی ہے کہ آپ اپنی بیویوں پر بھرپور توجہ دیتے تھے۔ ان کے لیے باریاں

---

[1] صحیح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الاوّل

مقرر فرمائیں۔ سفر میں کسی نہ کسی بیوی کو ساتھ لے جاتے۔ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے۔ ان کے ساتھ ہنسی مذاق فرماتے۔ ان کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھاتے۔ اکھٹے غسل کر لیتے۔ حالتِ اعتکاف میں بیویوں سے سر دھلوا لیتے۔ آپ نے اس بات کا درس دیا ہے کہ شوہر بیوی کو کسی نہ کسی اعتبار سے اپنے ساتھ مشغول رکھے۔ شوہر بیوی پر توجہ نہ دے تو وہ شدت سے اس بات کو محسوس کرتی ہے خصوصاً بیماری کے ایام میں خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک دفعہ اس بات کا شکوہ کیا تھا۔ جب ان پر تہمت لگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی اور کشمکش میں ان پر خصوصی توجہ نہ دے سکے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کو محسوس کیا اور فرمانے لگیں:

وَيُرِيبُنِیْ فِی وَجْعِیْ: اَنِّی لَا أَرَى مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اللُّطْفَ الَّذِیْ كُنْتُ أَرٰی مِنْهُ حِيْنَ أَمْرَضُ إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ، ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيكُمْ؟[1]

''مجھے اپنی بیماری کے دوران یوں شک پیدا ہوا کہ اپنے اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مہربانیاں نہیں پاتی تھی جو بیماری کے وقت آپ کی طرف سے ہوا کرتی تھیں اب صرف آپ تشریف لاتے سلام کرتے اور کہتے تم کیسی ہو؟''

پتہ چلا کہ گھریلو ناچاقیوں سے بچنے کے لیے شوہر دوسرا اصول بندہ یہ اپنائے کہ بیوی پر بھرپور توجہ دے، اسے اپنے ساتھ مشغول رکھے اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کا رشتہ ایک غریب طالب علم سے

مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے کے لیے رشتہ مانگا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ اس سے بہتر رشتہ انہیں کہاں مل سکتا ہے۔ فرمانے لگے کہ اگر میری بیٹی بنو امیہ کے محلات میں منتقل ہو جائے گی، شاہی فاخرانہ لباس زیب تن کرے گی، قیمتی ساز و سامان زیرِ استعمال ہوگا، خدمت گزاری کے لیے کنیزیں اور نوکر چاکر ہمہ وقت ہمراہ ہوں گے تو میری بیٹی کے دین کا کیا بنے گا۔ ان کا ایک

---

[1] مختصر صحیح بخاری کتاب الشهادات باب تعديل النساء بعضهن بعضا

شاگرد ابووداعہ بیان کرتا ہے میں حصول علم کے لیے مسجد نبوی میں رہتا تھا اور حضرت سعید بن مسیّب کے علمی حلقے میں بڑے ذوق وشوق اور انہماک سے بیٹھا کرتا تھا۔ شیخ کے حلقے سے میں چند دن غیر حاضر رہا، مجھے وہاں حلقۂ درس میں نہ دیکھ کر استاد کو اندیشہ ہوا کہ میں یا تو اچانک بیمار ہو گیا ہوں یا کوئی اور ناگہانی مجبوری لاحق ہو گئی ہے۔ میرے متعلق ساتھیوں سے پوچھا لیکن انہیں بھی میرے متعلق کوئی خبر نہ تھی۔ چند دنوں بعد جب میں واپس آیا تو آپ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ابووداعہ اتنے دن کہاں رہے؟

میں نے عرض کی استاذ محترم میری بیوی فوت ہوگئی تھی، اس لیے میں مصروف ہو گیا اور شریک درس نہ ہوسکا۔ آپ نے فرمایا: ابووداعہ ہمیں بتایا ہوتا، ہم تمہارے پاس غم خواری کے لیے آتے اور جنازے میں شریک ہوتے۔ میں نے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ میں جب گھر جانے کے لیے اٹھا تو آپ نے فرمایا ابھی میرے پاس بیٹھو۔ جب تمام شاگرد اٹھ کر چلے گئے تو آپ نے فرمایا: کیا ابھی تک نئی شادی کا ارادہ نہیں کیا؟ میں نے عرض کی: اللہ آپ کو خوش رکھے۔ بھلا اب کون مجھے اپنی بیٹی دے گا۔ میں ایک ایسا نوجوان ہوں جس کی پرورش یتیمی میں ہوئی۔ مسلسل مفلسی اور تنگ دستی میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ میرے پاس دو یا تین درہم سے زیادہ رقم بھی نہیں۔

استاذ نے میری یہ داستانِ غم سن کر شفقت و محبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا پریشان نہ ہو۔ میں اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی تم سے کرتا ہوں۔ اپنے استاذ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں انگشت بدنداں رہ گیا۔ میں نے شرماتے ہوئے کہا آپ...... پھر قدرے جرأت کر کے میں نے کہا: استاذ محترم' کیا آپ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کریں گے حالانکہ آپ کو میرے حالات کا اچھی طرح علم ہے؟ فرمایا' ہمارے پاس جب کوئی ایسا شخص آتا ہے جس کے دین اور اخلاق سے ہم راضی ہوں' تو اسے اپنا بنانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ میرے نزدیک دین واخلاق کے لحاظ سے آپ بہت بہتر ہیں، اس لیے میں آپ کو اپنا بیٹا بنانے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔

پھر آپ نے مسجد میں موجود لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ جب چند اشخاص آپ کے

پاس آ کر بیٹھ گئے تو آپ نے خطبہ نکاح پڑھ کر اپنی لاڈلی حسین وجمیل اور سلیقہ شعار بیٹی کی شادی مجھ سے کردی اور مہر صرف دو درہم مقرر کیا۔ میں وہاں سے اُٹھا، خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ مجھے کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ زبان سے کیا کہوں، کس طرح شکر یہ ادا کروں، انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں اپنے گھر پہنچ گیا۔ میرا اس دن روزہ تھا، وہ بھی مجھے یاد نہ رہا۔ میں اپنے دل سے کہنے لگا ابووداعہ تجھ پر افسوس تونے یہ کیا کردیا؟ اب کس سے قرض لوگے؟ کس سے مال طلب کروگے؟

میں سارا دن اسی غم واندوہ میں مبتلا رہا اور آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پریشانی کے عالم میں سوچتا رہا یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوگئی۔ میں نے نماز ادا کی، پھر کھانے کے لیے بیٹھا۔ گھر میں روٹی اور زیتون کے تیل کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میں نے ابھی ایک یا دو لقمے ہی لیے ہوں گے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے وہیں بیٹھے ہوئے پوچھا کون ہے؟

جواب ملا سعید۔ دروازہ کھولو۔ یہ نام سن کر میں سوچنے لگا میرے جاننے والا سعید کون ہے، اور حضرت سعید بن مسیب کی طرف میرا دھیان ہی نہیں گیا اور نہ ہی میرے تصور میں تھا کہ وہ اس طرح اچانک میرے دروازے پر نمودار ہوسکتے ہیں کیونکہ گزشتہ چالیس سال کے عرصے میں وہ اپنے گھر اور مسجد نبوی کے علاوہ کہیں نہیں دیکھے گئے۔ میں نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیرت میں گم ہوگیا کہ سامنے حضرت سعید بن مسیب کھڑے ہیں۔ دل میں کھٹکا محسوس ہوا کہ شاید انہوں نے رائے بدل لی ہے۔

میں نے کہا: حضرت آپ نے پیغام بھیج دیا ہوتا تو میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا۔ فرمایا ہرگز نہیں میں آج ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں۔ میں نے کہا: اللہ رحم کرے، ایسا کون سا ضروری کام پڑ گیا؟

فرمایا: چونکہ میری بیٹی آج دوپہر سے تیری شرعی بیوی بن چکی ہے، میں جانتا ہوں کہ گھر میں تیرا کوئی غم خوار نہیں، اس لیے تیری بیوی کو چھوڑنے آیا ہوں۔ میں نے بڑبڑاتے ہوئے پوچھا میری بیوی کو آپ اپنے ہمراہ لے آئے ہیں۔ فرمایا: ہاں، میں نے چند قدم آگے

بڑھ کر دیکھا، ایک دراز قد دوشیزہ ان کے پیچھے کھڑی ہے۔ پھر انہوں نے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: بیٹی اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے شوہر کے گھر قدم رکھو۔ بیٹی اپنے شوہر کی عزت کرنا اور احترام سے پیش آنا۔ جب اس نے شرماتے ہوئے میرے گھر کی دہلیز کی طرف قدم بڑھایا تو وہ لڑکھڑا گئی۔ قریب تھا کہ زمین پر گر جاتی لیکن وہ سنبھل گئی۔ میں اس کے سامنے حیرت واستعجاب کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ میں اس موقع پر کیا کہوں۔ بیوی کو چارپائی پر بٹھایا، جلدی سے کھانے کا پیالہ اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا کہ کہیں بیوی کی نظر اس پر نہ پڑ جائے چونکہ اس میں روٹی اور زیتون کے تیل کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ میرے خیال میں آیا کہ اگر بیوی کی نظر اس سادہ اور معمولی سے کھانے پر پڑ گئی تو مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ پھر میں نے مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ انہوں نے گھبرا کر پوچھا کیا بات ہے؟

میں نے کہا: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے آج دوپہر اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے، اب وہ اچانک میری بیوی کو اپنے ساتھ لے کر میرے گھر تشریف لے آئے اور اسے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ ازراہ کرم چند خواتین کو میرے گھر بھیجو کہ وہ بیوی کے پاس بیٹھیں اور اس کا دل بہلائیں اور میں اپنی والدہ کو بلا لاؤں، وہ یہاں سے قدرے دور رہتی ہیں۔

پڑوسیوں میں سے ایک بڑھیا نے کہا: تیری عقل ٹھکانے ہے؟ کیا کہہ رہے ہو کہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے اپنی بیٹی تجھ سے بیاہ دی ہے اور پھر وہ خود ہی اپنی بیٹی کو چھوڑنے تیرے گھر آ گئے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے تو شہزادہ ولید بن عبدالملک کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ منہ اور مسور کی دال۔ میں نہیں مانتی یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

ابووداعہ نے کہا: بڑی بی تم مانو نہ مانو، یہ ہو چکا ہے۔ یقین نہیں آتا تو میرے گھر آ کر دیکھ لو۔ میری یہ باتیں سن کر چند پڑوسی خواتین میرے گھر آئیں۔ انہوں نے بچشم خود دیکھا تو حیران رہ گئیں۔ اس نئی نویلی دلہن کے پاس بیٹھیں، چہرے سے گھونگٹ اٹھایا تو حسن بے مثال کی جلوہ نمائی پہ ششدر رہوئیں۔

چہرہ کیا تھا جیسے مہتاب آنگن میں اتر آیا ہو، خواتین نے اسے خوش آمدید کہا۔ اس

کے حسن و جمال کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھا، اس کا دل بہلانے کے لیے باتیں کرنے لگیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں اپنی امی جان کو اپنے گھر لے آیا۔ جب انہوں نے میری بیوی کو دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔

فرمایا: بیٹا اسے میرے ساتھ جانے دو۔ یہ چند دن میرے گھر میں رہے گی، پھر اسے دلہن کی طرح سجا کر تیرے پاس لاؤں گی۔ اگر تو نے آج میری یہ بات نہ مانی تو میں تیرے ساتھ زندگی بھر کلام نہیں کروں گی۔ میں نے کہا امی جان جو آپ کا حکم...... میں سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ میں اس سے سر مو بھی انحراف کی جرات نہیں کر سکتا۔ والدہ محترمہ نے اسے تین دن اپنے گھر میں رکھا۔ پھر اسے دلہن کی طرح سجا کر میرے گھر لائیں۔ واقعی وہ حسن و جمال کی پیکر، علم و عمل میں ممتاز، قرآن و حدیث کی حافظہ اور خاوند کے حقوق کا خیال رکھنے والی سلیقہ شعار خاتون تھی۔ اس کے ساتھ ہنسی خوشی کئی دن گزر گئے۔ اس کے گھر والوں کی طرف سے اس دوران کوئی ملنے نہیں آیا۔

چند دنوں کے بعد مسجد نبوی میں شیخ محترم کے علمی حلقے میں شریک ہونے گیا۔ سلام عرض کی۔ آپ نے سلام کا صرف جواب دیا اور کوئی بات نہ کی۔ جب علمی مجلس برخواست ہوئی تو کوئی وہاں باقی نہ رہا، آپ نے فرمایا ابو وداعہ تیری بیگم کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا خوش و خرم بالکل مطمئن ہے۔

یہ سن کر شیخ خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ چشم بددور۔

جب میں گھر جانے لگا تو آپ نے مجھے کافی رقم عنایت کی تاکہ ہم میاں بیوی اسے گھریلو ضروریات میں صرف کریں۔[1]

اس واقعہ میں کتنے سبق پوشیدہ ہیں یہ واقعہ رشتہ کرنے میں ایک دین دار والد کی سوچ کی عکاسی کرتا ہے اور ایک اونچے گھرانے کی خوبصورت دوشیزہ ایک ایسے گھر میں جا بستی ہے، جہاں غربت کا یہ عالم کہ چراغ جلانے کے لئے تیل بھی دستیاب نہیں، لیکن یہ چیز ازدواجی زندگی میں کوئی رخنہ نہیں ڈالتی۔ اس میں سبق ہے ان اشخاص کے لیے جن کی سوچ

---

[1] حیات تابعین کے درخشاں پہلو، صفحہ 263 تا 269

اس محدود دائرے کے گرد گھومتی ہے کہ میں بیوی پر بے دریغ دولت لٹاتا ہوں پھر بھی گھر میں فساد جاری رہتا ہے۔ ہاں دولت کو اگر محبت کی آنچ پر پگھلا کے خرچ کیا جائے تو یہی دولت گھر کو خوشیوں سے بھر دے گی۔ صرف دولت خرچ کرنے سے چیزیں خریدی جاسکتی ہیں، جذبات نہیں پگھلتے، خیالات کے دھارے اپنا رخ نہیں بدلتے اور محبت الفاظ کا روپ نہیں دھارتی لیکن اگر دولت میں محبت کی آمیزش ہو، پیار بھرے انداز اور میٹھے بول کا ذائقہ شامل ہو تو زندگی ہی بدل جاتی ہے۔

تفسیر ترجمان القرآن اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ:

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ترجمان القرآن کا شمار عمدہ تفاسیر میں ہوتا ہے۔ مولانا آزاد جس قدر نفیس انسان تھے ویسے ہی ان کا گھرانہ نفیس تھا۔ ان کی خوشگوار ازدواجی زندگی کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوتا ہے جن دنوں وہ تفسیر ترجمان القرآن لکھ رہے تھے، ان دنوں کے متعلق ایک خاتون بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی سے ملنے کیلئے اُن کے گھر گئی۔ زلیخا بیگم (مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا نام) کی آنکھوں میں نیند کی وجہ سے سرخ ڈورے دیکھ کر میں نے مسکرا کر پوچھا کہ بھاوج رات جاگتی رہی ہو؟ آنکھیں کیوں نیند سے بوجھل ہو رہی ہیں؟ وہ ہنس کر بولیں کہ آج کل مولانا تفسیر لکھ رہے ہیں، رات 2 بجے کے بعد اٹھ جاتے ہیں جتنی دیر وہ لکھتے ہیں میں پنکھا جھلتی رہتی ہوں، موسم بہت گرم ہے، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ جاگیں، محنت کرتے رہیں اور میں آرام سے سوئی رہوں۔

اس پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب قیمتی نوٹ لگاتے ہیں...... ''اللہ اللہ! اتنے بڑے پبلک لیڈر کی بیوی کے لئے اس بیسویں صدی میں پردہ نشین ہونا ہی بڑی بات ہے چہ جائیکہ پچھلے دور کی جنتی بیویوں کی طرح شوہر کو کھانا بھی کھلائیں اور اُن کو پنکھا بھی جھلیں اور شوہر کے آرام وراحت میں راتوں کو اپنی نیند بھی خراب کریں۔[1]

---

[1] صدق جدید اکتوبر: ۱۹۵۸ء، ماہنامہ علم وآگہی، دسمبر 2005ء

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح اور بیوی کا تبصرہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نامور علماء احناف میں سے تھے۔ ان کی نیکی اور بزرگی کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ غیر مسلم بھی انھیں احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ان کا تعلق سکھ گھرانے سے تھا۔ وہ نوجوانی میں ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ دورۂ حدیث کے درجہ تک پہنچ گئے۔

وہ یہ واقعہ خود سنایا کرتے تھے کہ جب میرے سسر کو ان کے گھر والوں نے کہا کہ اب ہماری لڑکی جوان ہے، اس کے لیے کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے نکاح کر دینا چاہیے۔ وہ پنجاب کے مدارس کے دورے پر نکلے تا کہ انہیں اپنی بچی کے لیے کوئی عالم فاضل نوجوان مل سکے حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے۔ جب انہوں نے دورۂ حدیث کی کلاس کو دیکھا تو ان کی نگاہیں میرے اوپر ٹک گئیں۔ انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ طالب علم کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمان ہو کر ہمارے پاس علم حاصل کر رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا، کیا یہ شادی شدہ ہے؟ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں، انہوں نے شیخ الہند سے پوچھا کیا یہ شادی کرنا چاہتا ہے؟ تو میرے استاد محترم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم شادی کرنے کے لیے تیار ہو؟ میں نے عرض کیا، حضرت میں مسلمان ہوں اور میرا سارا خاندان کافر ہے۔ اب مجھ اکیلے کو کون اپنی بیٹی دے گا۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی بیٹی تمہیں دے تو تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: حضرت! میں اس سنت کو ضرور ادا کروں گا، میں اس کے ترک کا گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ چنانچہ میرے سسر صاحب نے فرمایا کہ کل عصر کے بعد نکاح ہو گا۔

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ کل میرا نکاح ہے۔ طلباء طلباء ہی ہوتے ہیں، وہ یہ سن کر مجھ سے محبت پیار کی باتیں کرنے لگ گئے۔ کافی دیر کے بعد ایک دوست نے کہا، جی آپ کے کپڑے بڑے میلے ہیں، لہٰذا آپ کو چاہیے کہ آپ کسی دوست سے ادھار کپڑے لے لیں اور وہ پہن کر نکاح کی تقریب میں جائیں۔

میں نے کہا کہ میری عزت نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتی، میں جو کچھ ہوں سو ہوں، میں ادھار تو نہیں مانگوں گا......طلباء بھی منطقی ہوتے ہیں، آسانی سے نہیں چھوڑتے...... چنانچہ وہ کہنے لگے، اچھا اگر کسی دوسرے سے نہیں مانگنا تو آپ اسی سوٹ کو دھو کر دوبارہ پہن سکتے ہیں تاکہ صاف کپڑے ہوں۔ حضرت کے اپنے الفاظ ہیں کہ: ''میرے بھیڑ کلد پئے'' یعنی میری بدبختی آ گئی کہ میں نے اپنے دوست کی بات مان لی۔ چنانچہ میں نے اگلے دن دھوتی باندھی اور کپڑے دھو لیے۔ سردی کا موسم تھا اور اوپر سے آسمان ابر آلود ہو گیا۔ عصر کا وقت آ گیا۔ میں نے مسجد کے ایک طرف کپڑے ہوا میں لہرانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی دعائیں بھی مانگنی شروع کر دیں کہ اے اللہ! ان کپڑوں کو خشک فرما دے اور موسم کی خرابی کی وجہ سے کپڑے خشک ہونے پر نہیں آ رہے تھے۔ حتیٰ کہ عصر کی اذان ہو گئی اور میں نے سردی کے موسم میں گیلے کپڑے پہنے اور مجمع میں آ کر بیٹھ گیا۔ لیکن میرے سسر کا دل بھی سونے کا بنا ہوا تھا کہ ان کی نظر ان چیزوں پر بالکل نہیں تھی، انہوں نے دیکھا کہ کل بھی یہی کپڑے تھے اور میلے اور آج بھی وہی کپڑے ہیں اور گیلے ہیں اور اس کے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور کچھ عرصہ کے بعد رخصتی ہو گئی۔

ابتداء کے چند دنوں میں میرے اوپر فاقے آئے کیونکہ میں طالب علم تھا اور تازہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا۔ کمائی کا کوئی ایسا سلسلہ بھی نہیں تھا، کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہ ملتا۔ کچھ عرصہ دلہن میرے گھر میں رہی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے والدین کے گھر گئی تو اس کی والدہ نے اس سے پوچھا: بیٹی! تو نے اپنے نئے گھر کو کیسے پایا؟ فرماتے ہیں کہ میری بیوی تقیہ نقیہ، نیک اور پاک عورت تھی، اس کی نظر میری دینداری پر تھی، چنانچہ اس نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی والدہ سے کہا: ''اماں! میں تو سمجھتی تھی کہ مرنے کے بعد جنت جائیں گے لیکن میں جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں۔''

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ ''میرے سسر نے مجھے اس وقت پہچان لیا تھا'' جب احمد علی احمد علی نہیں تھا اور آج تو احمد علی احمد علی ہے۔''[1]

---

[1] مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول

اس واقعہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ ایک اچھے گھر کی بیوی انتہائی کنگال نوجوان کے گھر میں زندگی گزارتے ہوئے یہ کہہ رہی ہے کہ میں دنیا میں جنت کے مزے لوٹ رہی ہوں۔ جی ہاں خوشیاں صرف دولت سے ہی نہیں خریدی جاتیں۔ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے کچھ اور امور بھی ہوتے ہیں جن میں مرکزی چیز بیوی کو بھرپور توجہ اور محبت دینا ہے مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک یہی چیز بیوی کو دے سکتے تھے، باقی مال ومتاع ان کے پاس کوئی نہیں تھا اور اسی چیز سے انہوں نے گھر کے ماحول کو جنت بنا دیا۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی کا نکاح

مولانا احمد علی لاہوری کے ایک داماد مولانا عبدالمجید سوہدروی تھے۔ وہ معروف اہل حدیث عالم دین تھے۔ ان کے نکاح کا واقعہ بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ وہ شیرانوالہ مسجد میں نماز کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا احمد علی لاہوری نے انہیں دیکھا تو اپنی بیٹی کے لیے انھیں پسند کرلیا اور اپنے گھر لے گئے۔ مولانا احمد علی لاہوری کی اہلیہ نے پردہ کرنا چاہا تو فرمایا کہ اس سے پردہ نہ کرو۔ یہ تمہارا داماد ہے۔ ان بزرگوں کی مردم شناس نگاہیں انسان کے ظاہری رکھ رکھاؤ پر نہیں ہوئی تھیں بلکہ وہ اس کے باطن میں پوشیدہ انسان کو دیکھتے تھے۔ وہ انسانی اوصاف کو پرکھتے تھے ان کے نزدیک رشتہ داری کی بنیاد دین تھا، دنیا نہ تھی۔ لیکن انھیں ان کے رب کی طرف سے دین کے ساتھ ساتھ دنیا کی نعمتیں بھی میسر آئیں۔

✧✧✧

شوہر اور بیوی کا متوازی کردار اور بیوی کیلئے چند نصیحتیں

پچھلے تمام ابواب میں ہم نے شوہر کے لیے ایسی مفید باتیں ذکر کی ہیں جن پر عمل کر کے وہ اپنی گھریلو زندگی کو خوشیوں سے بھر سکتا ہے۔ اس باب میں ہم شوہر اور بیوی دونوں کے لیے چند ایسی باتیں ذکر کرنا چاہتے ہیں، جن پر عمل کر کے گھریلو جھگڑوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اس باب میں بیوی کے لیے بھی نبی محترم ﷺ کی زبان سے کچھ قیمتی نصیحتیں نقل کی جا رہی ہیں۔ اگرچہ ہماری کتاب کا موضوع شوہر سے متعلق ہے۔ لیکن افادہ کی غرض سے ضمناً چند باتیں بیویوں کے لیے درج کی جا رہی ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ گھریلو جھگڑے سے بچا جائے اور ازدواجی زندگی خوشگوار بنائی جائے۔

ان جھگڑوں کی نوعیت اور اسباب کے سمجھنے سے پہلے جان لینا چاہیے کہ میاں بیوی ایک ایسی کشتی کے دو سوار ہوتے ہیں کہ ان کی کشتی کے اندر محبت کے پھول بکھرے ہوتے ہیں اور جس پانی کے اوپر انہوں نے سفر کرنا ہے وہ نفرت کا پانی ہے۔ اگر کشتی کی کسی مضبوط دیوار میں کوئی شگاف ہو جائے تو پانی اندر آ جاتا ہے اور یوں جھگڑوں کی آبیاری کے ساتھ ساتھ کشتی بھی ڈوب جاتی ہے، اور اس کشتی میں شگاف بیرونی فتنے، بدگمانیاں اور ایک دوسرے کے حقوق سے انحراف اور بدعملیاں ڈالتی ہیں۔

میاں بیوی کے جھگڑے کے اسباب:

اب آیئے ان اسباب کی طرف جو میاں بیوی میں جھگڑوں کی وجہ بنتے ہیں۔ ان اسباب کو ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. ایک دوسرے کے حقوق پورے نہ کرنا

2 ایک دوسرے کو اس کا مقام نہ دینا
3 باہر سے اکسانے والے
4 نکاح سے پہلے تحقیق نہ کرنا

یہ چار اسباب ہی عموماً وجہ نزاع بنتے ہیں۔ دیگر چھوٹی چھوٹی وجوہات انہی کے گرد گھومتی ہیں۔

1 ایک دوسرے کے حقوق پورے نہ کرنا:

نکاح کے وقت جب ایک جوڑا رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتا ہے تو ان کا مقصد صرف یہی نہیں ہوتا کہ اب انہوں نے زندگی بھر ایک دوسرے کے ساتھ ملازموں کی طرح مل جل کر کام کرنا ہے اور زندگی کی گاڑی کو جیسے تیسے بن پڑے گھسیٹتے ہوئے دن پورے کرنے ہیں، بلکہ مرد اور عورت کا آپس میں ایک جسمانی رشتہ بھی ہوتا ہے۔ نکاح ایمانی تکمیل کا نام ہے۔ اسی لیے ایک موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمُ الْبَآءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ۔[1]

”اے جوانو! تم میں سے جو کوئی جماع کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح کر لے۔ اس لیے کہ نکاح نظر کو خوب نیچا کرنے والا اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔“

ظاہر سی بات ہے کہ یہ مقاصد تب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب میاں بیوی ایک دوسرے کے جسمانی حقوق ادا کرتے رہیں، ایک دوسرے کے جذبات کی تسکین ہوتی رہے۔ اگر ان حقوق کی ادائیگی میں کسی فریق کی حق تلفی ہو تو یقین کیجیے کہ مرد کا بیوی کو سر سے لے کر پاؤں تک سونے سے بھر دینا اور سسرالیوں کا اپنے داماد کو تاج پہنا دینا بھی انہیں خوش نہیں کر سکے گا اور نہ ہی ان کی نظر میں شرم و حیاء پیدا کر سکے گا۔ نبی ﷺ نے خود ایسے خشک تعلقات کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بیوہ عورت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج

سے شادی کر لی، تو نبی ﷺ نے مجھے فرمایا:

هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ ۔ [1]

''تو نے کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی۔''

اس فرمان میں زندگی کی ایک حقیقت کو جس خوبصورت اور دلکش انداز میں بیان فرمایا گیا ہے، وہ کسی ذی شعور سے مخفی نہیں۔ یاد رکھئے! ان حقوق میں کوتاہی میاں بیوی کو آپس میں متنفر کر دیتی ہے۔ ان کی ایک دوسرے سے دل چسپیاں ختم ہونے لگتی ہیں۔ ان حقوق میں کوتاہی اگر مرد کی طرف سے ہو تو عورت کے دل میں بدگمانیوں کے ساتھ ساتھ مرد سے بھی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے ایسی مشینی زندگی کو ناپسند کیا ہے کہ مرد سارا دن کمانے میں لگا رہے، رات کو آئے تو اپنی شریک حیات سے پیار و محبت کی باتیں کرنے کی بجائے کھانا کھائے، بستر پر گر جائے اور ساری رات سوتا رہے یا وہ سارا دن روزے سے رہے اور ساری رات قیام کرتا رہے۔ نبی ﷺ نے اللہ رب العزت کی ایسی نفلی عبادت کو بھی ناپسند کیا ہے، جس میں عورت کے حقوق کی حق تلفی ہوتی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا عَبْدَاللّٰهِ اَلَمْ اُخْبِرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ قُلْتُ بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ [2]

''اے عبداللہ! مجھے پتہ چلا ہے کہ تو ہر روز دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، یا رسول اللہ ﷺ (یہ بات واقعتاً ایسے ہی ہے) آپ نے فرمایا ایسا مت کرو، روزہ رکھ اور افطار بھی کر اور رات کو عبادت کر اور سو بھی کیونکہ تیرے بدن کا تجھ پر حق ہے، تیری

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح باب الثیبات

[2] بخاری، کتاب النکاح، باب لزوجك عليك حقٌّ

آنکھ کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔''

مرد اگر سارا دن باہر کام کرتا ہے تو یہ اس کا کسی پر کوئی احسان نہیں۔ یہ تو اس کا فرض ہے۔ اس کو ادا نہ کرے تو بھی مجرم ہے اور اگر ازدواجی حق کو ادا نہ کرے تب بھی مجرم ہے۔ ''روٹی، کپڑا اور مکان'' کا نعرہ سیاسی اور سماجی بنیادوں پر عوام کے بہلاوے کے لیے تو لگایا جاسکتا ہے، بیوی اور گھر والوں کے لئے محض یہ نعرہ ہی کافی نہیں دیگر حقوق بھی ادا کرنے ہوں گے۔

اسی طرح مرد کے بھی بیوی پر کچھ حقوق ہیں، اگر بیوی انہیں پورا نہ کرے تو مرد کے دل میں نفرتوں کا الاؤ دہکنے لگتا ہے۔ سردست ہم جسمانی حقوق کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، جن میں سے چند ایک کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

ا۔ شوہر کے بستر سے دور رہنا:

بیوی اگر شوہر کے بستر سے الگ رہے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں سستی کرے، اسے سختی سے روک دے یا اس سے جھگڑ پڑے تو اس سے دو ہی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں یا تو دونوں میں لڑائی ہو جائے گی یا پھر مرد خون کے گھونٹ پی کر رہ جائے گا۔ وہ رات اس طرح کے ذہنی تناؤ میں گزارے گا کہ ساری رات اس زندگی سے فرار کا سوچے گا یا پھر اپنی بیوی پر لعنت بھیجتے ہوئے دوسری شادی کا سوچے گا۔ اس بات کو اسلام نے عورت کی زیادتی اور ظلم قرار دے کر اسے اس انداز میں ڈانٹا ہے:

اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ اَنْ تَجِیْئَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ ۔[1]

''جب کوئی مرد اپنی بیوی کو (ازدواجی تعلقات کے لیے) بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

ایک دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها

الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تَرْجِعَ۔[1]

''نبی ﷺ نے فرمایا: جب عورت رات کو اپنے خاوند کا بستر چھوڑ کر الگ سو رہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے خاوند کے بستر پر نہ آ جائے۔''

اتنی سخت وعید اس لیے ہے کہ مرد کے لیے عورت کی یہ حرکت انتہائی ذہنی اذیت کا باعث ہے۔ خود ہی سوچیے جب اس کے جذبات کی تسکین نہ ہوگی تو کیا وہ دوسری شادی کا نہیں سوچے گا؟ کیا اس سے جھگڑا نہیں جنم لے گا؟ حالانکہ عورت کے اس رویے کے بعد مرد اس سوچ میں حق بجانب ہے، دوسرا یہ بھی ہے کہ جب اس کی اپنے گھر سے پیاس نہ بجھ سکے گی تو باہر بھی اس کی نظر میں شرم و حیاء نہ رہے گی اور یہ بات بھی بیوی کے لیے شدید اذیت کا سبب ہو گی۔ ازدواجی زندگی کے اس نہج تک پہنچنے سے وہ اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی۔ اس لیے ایک برے نتیجے کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی ان امکانات کو ختم کر دینا چاہئے۔ اس میں خاتون خانہ کے لیے بہتری ہے۔

ب۔شوہر کا حق ادا نہ کرنے والی رب کا حق بھی ادا نہیں کر سکتی:

ایسی عورت جو اپنے شوہر کے بستر سے دور رہتی ہے، دل و دماغ کے بند دریچے کھول کر نبی ﷺ کے اس فرمان کو پڑھے:

لَوْ كُنْتُ آمِرًا اَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّی الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّی حَقَّ زَوْجِهَا وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِیَ عَلٰى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ۔[2]

''نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کو میں سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور مجھے اس ذات کی قسم ہے جس

---

[1] صحیح بخاری، کتاب و باب مذکورہ

[2] صحیح ابن ماجه، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأة

کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کوئی عورت اس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے، اگر وہ اس سے اس کے نفس کا سوال کرے تو بھی قبول کرے، خواہ کجاوے کی پشت پر ہی ہو۔''

اس حدیث سے یہاں تک بات سمجھ میں آتی ہے کہ عورت اگر اپنے رب کی رضامندی چاہتی ہے تو اسے شوہر کی خدمت میں ملے گی۔ اس لیے کہ وہی اس کی جنت اور دوزخ ہے۔ یعنی وہ اس کی خدمت کر کے جنت کی حق دار ہو سکتی ہے اور اس کی نافرمانی کہیں اسے دوزخ میں نہ لے جائے۔ شوہر کو اگر شریعت نے یہ عظمت عطا فرمائی ہے تو اس کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے اخلاق و کردار سے اپنے آپ کو اس عظمت کا اہل ثابت کرے۔ وہ اس زعم میں مبتلا نہ رہے کہ وہ شوہر ہے اور اس کی خدمت کرنا اس کی بیوی پر واجب ہے۔ اس گھمنڈ میں آ کر اپنی اہلیہ سے شریعت کے منافی کسی کام کا تقاضا کرنے کی صورت میں اس کی اطاعت عورت پر واجب نہیں بلکہ اس وقت بیوی کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی مخالفت کرے۔ شوہر کی اطاعت صرف شریعت کے دائرے کے اندر محدود ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی پر ظلم کرے گا، مار پیٹ سے کام لے گا، گالم گلوچ کرے گا تو کیا اس کو ان بداخلاقیوں کی اس وجہ سے رخصت دے دی جائے کہ وہ شوہر ہے اور اس کا یہ حق ہے۔ جی نہیں! دین اسلام دین فطرت ہے اور ان غیر فطری رویوں کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ اسلام اعتدال اور سلامتی کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات عدل کا درس دیتی ہیں نہ کہ ظلم کا۔ ایسے بداخلاق، بدزبان اور ظالم شوہر کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ عورت بھی اللہ رب العزت کی مخلوق ہے اور اپنی مخلوق پر بلا جواز ظلم و زیادتی سے کیا خالق خوش ہو سکتا ہے؟ شوہر بھی سوچے اور بیوی بھی...... شاید کہ یہ سوچنا ان دونوں کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ۔[1]

''جو عورت فوت ہوئی اس حال میں کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا، وہ جنت

---

[1] صحیح ترمذی، کتاب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ

میں داخل ہوگی۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی عورت کی صفت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِیْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَاتُخَالِفُهٗ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا یَکْرَهُ ۔[1]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا عورتوں میں سے کون سی عورت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ عورت جس کی طرف شوہر دیکھے تو وہ اسے خوش کردے۔ وہ حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنے نفس اور مال میں اس کی چاہت کے خلاف کام نہ کرے۔"

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب مرد اس کی طرف دیکھے تو اس کی عورت اسے خوش کردے۔ اس سے اس بات کی طرف بھی راہنمائی ملتی ہے کہ عورت اپنے شوہر کے لیے میک اپ کرے، اس کا بننا سنورنا شوہر کو خوش کرنے کے لیے ہو۔ وہ اس کی پسند کو ملحوظ خاطر رکھے۔ اس کی جائز خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔

ج- خاوند کے لیے زیب وزینت نہ کرنا:

عورت کی یہ بات شوہر کو اس سے بدظن کر دیتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے کبھی زیب وزینت نہ کرے لیکن جب کسی شادی یا تقریب میں جانا ہو تو خوب بن سنور کے جائے، اچھا لباس پہنے اور شوہر کے لیے سلوٹوں بھرا مسلا ہوا میلا لباس پہنے جس میں کھانے والی چیزوں اور مرچ مصالحے کی بو رچی بسی ہوئی ہو اور پراگندہ بالوں سے استقبال کرے۔ اس سے سیدھا سا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ عورت کا بناؤ سنگھار پھر شوہر کے لیے تو نہ ہوا بلکہ باہر کے لوگوں کے لیے ہوا تاکہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوں۔ ایسی عورتیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پڑھ لیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں میں سے ایک قسم ان عورتوں کی بھی ہے جن میں درج ذیل صفات ہوں گی:

---

[1] صحیح سنن نسائی، کتاب النکاح باب ایُّ النساء خیرٌ

نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَايَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا۔[1]

''وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی، ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی کوہان کے مانند ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو تو اتنے اتنے فاصلے سے آجائے گی۔''

نبی ﷺ نے عورتوں کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے زیب و زینت کریں اور اپنا لباس صاف ستھرا رکھیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو کہ اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر سے واپس آئے تو اپنے اپنے گھروں میں جانا چاہا۔ نبی ﷺ نے یہ کہتے ہوئے ہمیں روک دیا:

اَمْهِلُوْا حَتّٰى تَدْخُلُوْا لَيْلاً أَيْ عِشَآءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ ۔[2]

''ٹھہر جاؤ، اب رات کو عشاء کے وقت گھر پہنچنا تا کہ جس عورت کے سر کے بال بکھرے ہوں گے، وہ کنگھی کرلے گی اور جس عورت کا خاوند غائب تھا، وہ استرا کرلے گی۔''

یہ حدیث واضح نص ہے اس بارے میں کہ نبی ﷺ عورتوں کو اپنے شوہروں کے لیے آرائش وزیبائش کی ترغیب دے رہے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس لیے کچھ دیر روک دیا کہ کہیں اپنی عورتوں کو گندے لباس اور بکھرے بالوں میں دیکھ کر کسی باذوق اور نفاست پسند کی طبیعت مکدر نہ ہو جائے۔ یہی کیفیت آج بھی پیدا ہو سکتی ہے، بلکہ ہوتی ہے کہ جب ایک دوسرے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة باب النساء الكاسيات المائلات ....

[2] صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب تستحد المغيبة وتمتشط

سے دل میں نفرت جگہ پالے تو جھگڑوں کے لیے راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

شوہر کے لیے ہمدردی اور غم خواری کے جذبات نہ ہونا:

اگر مرد کو اپنی بیوی سے ہمدردی نہ ہو یا بیوی کو شوہر سے ہمدردی نہ ہو تو یہ چیز بھی دونوں کے درمیان تناؤ اور نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو اپنی بیوی سے ہمدردی کا سلوک کرنے کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔[1]

''ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کوئی چیز تمہیں ناگوار گزرے مگر اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھی ہو۔''

یعنی اگر آپ بیوی خوبصورت یا تعلیم یافتہ نہیں ہے تو ہو سکتا ہے وہ کفایت شعار ہو اور خانہ داری سے خوب واقف ہو، تنگی ترشی میں خاوند کو ناجائز تنگ نہ کرتی ہو، اس لیے آپ کو اس کی خامیوں کو اس کی خوبیاں سامنے رکھتے ہوئے نظر انداز کر دینا چاہیے۔ گھریلو معاملات مفاہمت کے جذبے کے بغیر نہیں چل سکتے اور مفاہمت یہی ہے کہ ایک دوسرے کی خامیوں کی اصلاح کریں اور اچھائیوں پر نظر رکھیں۔ نبی ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں اسی جانب یوں رہنمائی فرمائی ہے:

لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ۔[2]

''کوئی مومن مرد اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو کوئی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔''

بیوی مرد کی مشیر اور اس کے رحم و کرم پر ہے۔ اگر وہ ظلم و زیادتی سے کام لے گا تو عورت کا دل اس سے اٹھ جائے گا اور دوسری طرف بیوی کے دل میں بھی اپنے شوہر کی محبت اور اس سے ہمدردی ہونی چاہیے۔ مرد اگر تھکا ماندہ یا کسی پریشانی کا ستایا ہوا اپنی بیوی کے پاس

---

1. سورة النساء ، آیت :19
2. صحیح مسلم، کتاب الرضاع باب الوصیة بالنساء

آئے اور اسے اس بات کا احساس ہو کہ میری بیوی کے دل میں میری محبت اور ہمدردی نہیں ہے تو یقینی بات ہے کہ اس کی پریشانی میں اضافہ بھی ہو گا اور ایسی سوچ بعض دفعہ چڑ چڑا پن پیدا کر دیتی ہے۔ ایسی عورتیں جو اپنے شوہر کو جان بوجھ کر ذہنی اذیت میں مبتلا کرتی ہیں وہ نبی ﷺ کے اس فرمان کو پڑھیں اور ہوش کے ناخن لیں:

لَا تُؤْذِی اِمْرَأَ ةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهٗ مِنَ الْحُوْرِالْعَيْنِ لَاتُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُفَارِقَكَ عَلَيْنَا[1]

''جب کوئی بیوی اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو جنت کی خوبصورت حور جو (جنت میں) اس کی بیوی بننے والی ہے، کہتی ہے اللہ تجھے ہلاک کرے، اسے تکلیف نہ دے وہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔''

نیک بیوی شوہر کی پسند و ناپسند کو سمجھ کے اس کے مطابق عمل کرتی ہے۔

ایک نیک بیوی کا کردار:

ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں جو اپنے خاوند یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابوعمیر پیدا ہوا۔ اللہ کی مشیت کہ ابوعمیر کا انتقال ہو گیا۔ ام سلیم نے اسے نہلایا، دھلایا، کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا روزہ تھا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا اور خوشبو وغیرہ لگائی۔ رات کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو پوچھا میرے بچے کا کیا حال ہے؟ بچے کی ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا بچہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ پھر نیک بیوی نے اپنے خاوند کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو انہوں نے کھا لیا۔ پھر رات کے وقت انہوں نے حقوق زوجیت بھی ادا کیے۔

---

[1] صحیح جامع ترمذی، کتاب الرضاع باب ماجاء فی کراھیة الدخول علی المغیبات

جب فارغ ہوئے تو نیک بیوی نے اپنے شوہر سے ایک سوال کیا: اگر کسی نے کسی سے کوئی چیز ادھار مانگی اور جب تک اللہ نے چاہا اس کے پاس رہی۔ پھر جب چیز کے مالک نے اپنی چیز کی واپسی کا مطالبہ کیا ہو تو اس کو کیا یہ حق ہے کہ وہ اسے دینے سے انکار کر دے؟ جب اصلی مالک نے اپنی چیز اپنے قبضہ میں کر لی تو کیا واپس کرنے والے کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ اس پر جزع فزع کرے؟ ابوطلحہ نے جواب دیا کہ نہیں، مانگی ہوئی چیز تو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا تمہارا بیٹا اللہ کی امانت تھا، وہ اللہ نے واپس لے لیا ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ کدھر ہے؟ ام سلیم نے جواب دیا وہ اس کوٹھڑی میں ہے۔ ابوطلحہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنی بیوی کا قصہ بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس رات میں برکت عطا فرمادیں۔ ایک انصاری کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبداللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے۔ جن کے نو بچے ہوئے اور وہ سب کے سب قرآن کے قاری اور حافظ تھے۔[1]

مذکورہ واقعہ میں کچھ توجہ طلب باتیں:

① اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ کس انداز میں شوہر کا استقبال کرنا ہے۔ انھوں نے ایسا انداز اختیار کیا کہ جس میں شوہر کا غم بہت زیادہ ہلکا ہو گیا۔ اگر وہ ان کے آتے ہی شور مچا کے اور واویلا کرتے ہوئے شوہر کو بچے کی وفات کی خبر دیتیں اور صحن میں چالیس پچاس عورتیں بھی پہلے سے موجود ہوتیں تو شوہر جو دن بھر کا بھوکا اور تھکا ماندہ تھا، وہ بے چارہ کھانا بھی نہ کھاتا۔ بچہ فوت ہونے کا صدمہ کئی گنا بڑھ کے اس پر حملہ آور ہوتا۔ ام سلیم نے صبر کا وہ انداز اختیار کیا جس میں تکلیف پر صدمہ کی کیفیت انتہائی کمزور ہو گئی اور اسی بات نے شوہر کو بیوی کے انتہائی قریب کر دیا۔ اسی لیے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ بیوی کے بے مثال واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر بیان کر دیتے ہیں۔

② ہمدردی کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظهر حزنه عندالمصیبة

(۱) زبان سے (۲) عمل سے۔

یہ دونوں صورتیں ہی مطلوب ہیں لیکن عمل سے ہمدردی وہ ہے جس میں لمبے چوڑے دعوے نہیں کرنے پڑتے۔ الفاظ کو ترازو اور پیمانوں میں تولنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ عملی ہمدردی دل پر اثر ہی نہیں دل کو اپنے قبضہ میں کر لیتی ہے۔ اگر بیویاں چاہتی ہیں کہ شوہر کا محبت والا انداز اور نرمی والا بازو جھکا رہے اور شوہر کا چاہتوں والا سینہ کھلا رہے تو انہیں ام سلیم رضی اللہ عنہا سے عملی ہمدردی کا سبق سیکھنا چاہیے۔ اس پر عمل کر لیں تو شوہر کو راہ راست پر لانے کیلئے جعلی پیروں اور عاملوں کے پاس جانے اور وہاں عزت اور دولت برباد کرنے کی انہیں قطعاً ضرورت نہ رہے گی۔

③ گھریلو مصیبتوں پر صبر کا یہ کیسا عظیم الشان درس ہے کہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی شوہر کی دلداری کا خیال ہے۔ بھلا رونے دھونے سے بچہ زندہ ہو جاتا......؟ ممکن ہی نہیں تھا۔ ایسے موقع پر یہ سبق دیا ۔

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے اپنی ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

بلکہ اس واقعہ میں شوہر کو یہ اطمینان دلانا بھی مقصود ہے کہ اگر کوئی تنگی ترشی کے دن آئیں گے، جن میں آپ کو میری فکر ہوگی کہ بیوی پتہ نہیں ایسے دنوں کو برداشت کر پاتی ہے یا نہیں۔ کیا پتہ وہ میرا ساتھ چھوڑ دے یا میکے جا بیٹھے۔ عملی ہمدردی ایسے تمام خیالات اور واہموں کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے جب شریک حیات سے یہ ثبوت ملے کہ

لے چل آ منجدھار میں لے چل ساحل ساحل کیا چلنا
تو میری فکر ذرا نہ کر میں خوگر ہوں طوفانوں کا

تب تنگیوں اور غربت کے ایام میں بھی گھر میں جھگڑے نہیں ہوتے بلکہ رشتوں کا بندھن مزید پختہ اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

❷ ایک دوسرے کو اس کا مقام نہ دینا:

شوہر بیوی کے جھگڑوں میں ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ایک فریق دوسرے کی

حیثیت اور قدر نہ پہچانے یا پھر دونوں ہی ایک دوسرے کو کچھ نہ سمجھیں۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

❶ ایک فرد اپنے آپ کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر تصور کرتا ہے۔

❷ ایک فرد خود کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور دوسرے کو بالکل ہی صفر خیال کرتے ہوئے اس کے سارے نظریات، خیالات، آراء اور مشورے یکسر غلط قرار دے دیتا ہے۔

ظاہری بات ہے کہ عموماً ہر انسان میں کسی نہ کسی درجے غیرت اور عزت نفس پائی جاتی ہے۔ وہ ضرور کوئی نہ کوئی مقام رکھتا ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مومن میں کوئی بھی خوبی نہ ہو جبکہ کائنات کا بدترین انسان بھی اپنے ماننے والوں کے ہاں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور رکھتا ہے حتیٰ کہ نمرود، فرعون اور ابوجہل کے ماننے والے بھی ان کی بے شمار خوبیوں کے قائل تھے اور مومن کا معاملہ تو بہت بلند ہے۔ جب کسی انسان کو باہر لوگ عزت دیتے ہوں، اپنے معاملات میں ثالث مانتے ہوں اور گھر میں فریق ثانی...... چاہے وہ شوہر ہو یا بیوی...... کا رویہ اس سے تضحیک آمیز اور توہین والا ہو تو یہ بات اسے انتہائی اذیت اور کرب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اپنی شرافت کی وجہ سے وہ دوسرے فریق کے حقوق کا خیال تو رکھتا ہے لیکن دل میں محبت نہیں رہتی۔

ایک بات اپنے دل و دماغ میں راسخ کر لیں اور وہ یہ کہ نفرتوں کی زمین پر محبتوں کی کاشتکاری نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسے رویے برقرار رہیں تو نفرتیں جنم لیتی ہیں اور نفرتیں اگر برقرار رہیں تو قربتیں فاصلوں میں بدل جاتی ہیں۔ تب ٹکراؤ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے مفادات پر زد پڑتی ہے تو جھگڑے رونما ہوتے ہیں۔ شریعت کا ایک پابند آدمی تو ایسے ذہنی دباؤ میں بھی زندگی گزار دیتا ہے۔ وہ اندر ہی اندر سلگتا اور گھلتا رہتا ہے لیکن جو شریعت سے دور خالص دنیادار ہوں، ان کا رجحان خودکشیوں کی طرف بڑھتا ہے، وہ اپنے غموں کو شراب کے جام میں ڈبونے لگتے ہیں۔ جس سے آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی برباد کر لیتے ہیں۔ جب گھر میں مرد یا عورت کو مقام نہ ملے تو اس کی دولت، اس کی جائیداد کس کام کی...... کسی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

غریب شہر تو فاقے سے مر گیا عارف
امیر شہر نے ہیرے سے خود کشی کرلی

آیئے ان وجوہات پر غور کرتے ہیں، جن سے یہ منفی جذبات جنم لیتے ہیں کہ مقام و مرتبے خاک میں ملے دکھائی دیتے ہیں۔

بڑے خاندان میں شادی:

شریعت اسلامیہ میں نکاح کے معاملہ میں کفو کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ کفو یہ ہے کہ جوڑے کا آپس میں برابر ہونا۔ اگرچہ بعض لوگ حسب ونسب اور دیگر اشیاء میں برابری کا حکم لگاتے ہیں لیکن جن روایات سے وہ انہیں اخذ کرتے ہیں، وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان میں اس مسئلے کے متعلق واضح دلیل موجود نہیں۔ اس لیے فقہاء نے میاں بیوی میں دینی اعتبار سے برابری کو کفو قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم نے بھی صراحت سے اعلان کیا ہے:

فَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ۔[1]

''مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔''

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً۔[2]

''زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرتا ہے۔''

نبی کائنات ﷺ کا بھی اس بارے میں ایک واضح فرمان موجود ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ۔[3]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے

---

[1] البقرۃ:221

[2] النور:3

[3] حسن: إروا الغليل :1868، ترمذی، 1084

پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔‘‘

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں بالاتفاق دین میں کفائت کا اعتبار کیا جائے گا۔ لہٰذا کسی مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح جائز نہیں۔[1]

پتہ چلا کہ شوہر اور بیوی دینی اعتبار سے اگر برابر نہیں تو انھیں کم از کم قریب تر تو ضرور ہونا چاہیے۔ اگر دونوں میں علمی مقام و مرتبہ کا فرق ہے تو عملی اعتبار سے دونوں برابر ہونے چاہئیں۔ دینی سوچ میں دونوں برابر ہوں۔ اگر شوہر دین دار ہو اور عورت دنیا دار یا مرد دنیا دار ہو اور عورت دین دار اور اس کے ساتھ ساتھ مال و دولت کا بھی فرق ہو تو نکاح کے بعد ضرور یہ کیفیت پیدا ہوگی کہ وہ ایک دوسرے کا مقام نہ سمجھ پائیں گے۔

معلوم ہوا کہ دو چیزیں یہ بیماری پیدا کرتی ہیں:

(۱) دین میں برابری نہ ہونا (۲) دولت میں برابری نہ ہونا۔

اگر دین میں برابری ہو اور دولت کے اعتبار سے خواہ زمین و آسمان کا فرق ہو۔ ایک بادشاہ اور دوسرا فقیر ہو تب بھی یہ بیماری پیدا نہیں ہوتی۔ اس بیماری کا وجود اس وقت ابھرتا ہے جب دونوں چیزیں اکٹھی ہو جائیں مثلاً شوہر دیندار اور غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور بیوی دنیا دار ہے اور مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے تو وہ شاید کبھی نہ سمجھ پائے کہ میرے شوہر کے پاس دین ہے جس کا مقابلہ دنیا اور سامان دنیا سے نہیں ہو سکتا۔ دین کا مرتبہ دنیا سے بہت بلند ہے۔ اب بیوی کے ٹھاٹھ بھاٹھ، انداز گفتگو، انداز معاشرت اور میل جول میں دنیا داروں والا اور شوہر سے الگ ہی انداز ہوگا۔ جب وہ شوہر میں دینی سادگی کی وجہ سے فرق محسوس کرے گی تو وہ شوہر کو بیک ورڈ سمجھتے ہوئے کوئی مقام نہ دے گی۔ یہی حال اس صورت میں ہوگا جب بیوی دین دار اور مرد دنیا دار اور دولت مند ہوگا۔ وہ بیوی سے دنیا دار عورت کے انداز و اطوار اور طرز زندگی کا مطالبہ کرے گا۔ بیوی جب ایسے کام کی طرف قدم بڑھائے گی تو دین روکے گا۔ نتیجتاً شوہر سمجھے گا کہ یہ میرے معیار پر پورا نہیں اتر سکی۔ یہی چیز مقام و مرتبہ میں فرق ڈال دے

[1] فتح الباری: 165/10

گی۔اس لئے ان جھگڑوں اور ذہنی ونفسیاتی بیماریوں سے بچنے کیلئے دین میں برابری دیکھنے والا آدمی عقلمند ہےاور جواس بات کونظر انداز کر دیتا ہے،ایک وقت اسے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے یوں پچھتانا پڑتا ہے

زندگی اک جبر مسلسل کی طرح کاٹی
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

جب ایک دوسرے کے مقام کو پہچانا نہیں جاتا تو پھر ایک ایسی بیماری جنم لیتی ہے جو جھگڑوں اور فساد کی جڑ ہےاور وہ ہے:

زبان درازی

اس کی کئی صورتیں ہیں

☆ شوہر سے اس انداز میں بات کرنا جس سے شوہر کے ملازم ہونے کا احساس ابھرے یا شوہر کا بیوی سے اسی انداز میں بات کرنا گویا کہ وہ اس کی عزت وناموس نہیں بلکہ نوکرانی ہے۔

☆ دوسرے کی سوچ یا مشوروں کو یکسر غلط قرار دیتے ہوئے اسے گفتگو کے درمیان میں ہی ٹوک کر خاموش کروادینا۔

☆ دوسرے کی ساری خوبیاں نظر انداز کر دینا اور اسے دنیا جہاں کے تمام عیوب کا مجموعہ اور مرقع سمجھنا اور ہمیشہ اس سے بدگمان رہنا۔

☆ دوسرے کو کسی ہمدردی اور اچھے سلوک کا مستحق نہ سمجھنا اور ان تمام صورتوں میں اپنی زبان کو بے لگام رکھنا۔یہ ساری صورتیں ایسے جھگڑوں کی بنیادیں ہیں جو ایک فریق کو نفسیاتی مریض بنا دیتی ہیں۔

③ باہر سے اکسانے والے:

میاں بیوی کے جھگڑوں میں خاندان کے دوسرے افراد بسا اوقات ایک گھناؤنا شیطانی کردار ادا کرتے ہیں کہ شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف بھرنا۔بعض کا

مقصد محض اپنے چسکے کو پورا کرنا ہوتا ہے اور باتوں کا مزہ لینے کیلئے وہ ہنستے بستے گھر میں جھگڑوں کے بیج بو دیتے ہیں اور اس میں خاص کردار عورتوں کا ہوتا ہے مثلاً بیوی کی سہیلیاں، اس کی آنٹیاں اور دور و نزدیک کی عورتوں کے فتنے مل جل کر اس آگ کو بھڑکاتے ہیں۔

سسرال والے اگر عقلمند ہوں تو کسی بھی جھگڑے میں اپنی بیٹی کی حمایت نہیں کرتے بلکہ اس کے شوہر کی طرفداری کرتے اور بیٹی کو سمجھا کر صبر کی تلقین کرتے ہوئے زندگی کی پریشانیوں کا سامنا کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ یقین کیجئے ماں باپ اپنی بیٹی کی حمایت کرتے ہوئے اسے شوہر سے بدظن کرتے ہیں اور اس کی باتیں سن کے اسے دنیا کی مظلوم ترین عورت ظاہر کرتے ہوئے اس کے شوہر کو ظالم قرار دیتے ہیں۔ ان کے اس رویے کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ان کی بیٹی اپنے گھر کبھی نہیں بس سکتی۔

بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانے والے کو اسلام نے کس نظر سے دیکھا ہے' درج ذیل روایات پڑھ لیجیے:

مَنْ خَبَّبَ عَلٰی امْرِیءٍ زَوْجَتَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا[1]

''جس نے شوہر کے خلاف اس کی بیوی کو بدظن کیا' وہ ہم میں سے نہیں۔''

''ہم میں سے نہیں'' کا مطلب ہے کہ وہ بندہ ہمارے طریقے، ہمارے دین اور ہماری سنت پر نہیں ہے۔ اس کا اسلام نامکمل اور ناقص ہے، وہ مکمل مومن نہیں، وہ شریعت کا پابند نہیں۔ اور یاد رکھیں اس طرح شوہر و بیوی کو ایک دوسرے کے خلاف بدظن کرنے والا مکمل شیطانی کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے اپنے لشکر بھیجتا ہے۔ اس کے نزدیک اس شیطان کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ پرور ہوتا ہے۔ ایک شیطان ابلیس کے پاس آتا ہے اور اطلاع دیتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے۔

---

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم الحدیث: 1069

ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہ کیا۔ اس کے بعد ایک اور شیطان آتا ہے اور یوں اطلاع دیتا ہے۔

مَاتَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ إِمْرَأَتِهٖ قَالَ فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ نِعْمَ إِنْتَ۔[1]

''میں نے فلاں شخص کی جان نہ چھوڑی یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے تو نے اچھا کام کیا ہے۔''

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ میاں بیوی کی جان نہ چھوڑنا یہاں تک کہ انہیں ایک دوسرے سے بدظن کرتے کرتے جدا کر دینا شیطانی عمل ہے اور ایسا کام کرنے والے کو شیطان مبارکبا د دیتا ہے۔

افسوس آج یہ شیطانی کردار ادا کرنے والے فرامین رسول ﷺ کو بھولے ہوئے ہیں اور بیٹی والوں کا اپنی بیٹی کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکانا اور بدظن کر کے پھر اپنی بیٹی کے بسنے کی خواہش کرنا اور سمجھنا کہ ان کے گھروں میں خوشیوں کے پھول کھلیں گے، وہ فضول توقع ہے کہ اس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ بلکہ ان کا حال تو ہے کہ

کچھ لوگ سجا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں

4 نکاح سے پہلے تحقیق نہ کرنا:

شوہر و بیوی کے جھگڑوں کی ایک وجہ ایک دوسرے کو سمجھے اور دیکھے بغیر رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جانا بھی ہے۔ شریعت نے اسی تحقیق کیلئے منگیتر کو ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی کہ کہیں ایسا نہ ہو بعد میں دونوں ایک دوسرے سے محبت ہی نہ کریں۔ لڑکی کی اجازت کے بغیر

---

[1] مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس......

نکاح کو جائز قرار نہ دیا۔ لڑکی خود بھی اپنے اچھے برے کو سوچے۔ اس کی اجازت نہ ہوگی تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ نکاح میں ولی کو شرط قرار دیا اور یہ بھی کسی عام بندے کو نہیں بلکہ جو لڑکی کا سب سے قریبی ہے، جسے لڑکی کی تکلیف دہ اور غمزدہ صورت دیکھ کر اپنے دل پر چوٹ لگتی محسوس ہو کہ وہ بھی مکمل تحقیق کر لے۔ پھر خطبہ نکاح کی آیات میں بھی واضح فرما دیا:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا[1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو بلاشبہ اس نے بہت بڑی کامیابی کو پالیا۔''

سیدھی بات کا مطلب یہ ہے کہ اپنا کوئی عیب نہ چھپاؤ۔ تم جیسے ہو، جس حیثیت میں ہو، صاف بیان کر دو۔ دوسرے کو متاثر کرنے کیلئے مصنوعی طریقے استعمال نہ کرو۔ اگر تم سچ بول رہے ہو تو شادی کے بعد اللہ تعالیٰ تمہارے معاملات کو ضرور درست فرما دیں گے۔ تمہاری چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو بھی نظر انداز کر دیا جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا رسول اللہ ﷺ والا طریقہ استعمال کرو۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔ یہ بچپن کی منگنیاں بلکہ پیدائش سے بھی پہلے منگنی کر لینا اور پھر دونوں کو اسی بندھن میں باندھنا خواہ دونوں کی عادات میں زمین و آسمان کا فرق ہو اور بلا تحقیق ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر نکاح کر لینا، بعد میں جھگڑوں کی آندھیوں کو تیز کر دیتا ہے۔ اس سے بچنے میں خیر ہی خیر ہے۔

---

[1] احزاب: 71,70

خواتین کے موضوع پر ہماری دیگر مطبوعات

عورت کی اہمیت ہر معاشرے میں تسلیم شدہ ہے۔ آج ہر طرف حقوق نسواں کا شور بلند ہو رہا ہے اور کیوں نہ ہو جن معاشروں میں عورت کی اہمیت اور حیثیت کا غلط تعین کیا جائے وہاں گاہے بگاہے ایسا ہوتا رہے گا۔ لیکن یہ ابدی حقیقت ہے کہ آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل اسلام نے عورت کو جو عزت اور وقار عطا کیا تھا وہ آج بھی بے مثل ہے۔ حقوق نسواں کی جس قدر محافظ شریعت اسلامیہ ہے کوئی دوسرا انظام اس کا عشیر بھی نہیں خواتین کے متعلق ہماری یہ خوبصورت اور اہم کتب جن میں نامور خواتین کے کارہائے نمایاں اوران کے حالات وواقعات سے لے کر خواتین کے نجی مسائل اور اسلامی معاشرے میں ان کے مقام کا ذکر ہے۔ یقیناً آپ کے گھر کی لائبریری کے حسن میں اضافہ ثابت ہوں گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)